اِس شمارے میں

نور ہدایت	آخرت میں سودخوروں کی بری حالت		۵
نظر وفکر	رحمٰن کے خاص بندے اور اُن کی صفات	محمد سلمان منصور پوری	۶
درسِ حدیث	دستِ سوال دراز کرنے سے بچیے!	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۳
افاداتِ قرآنیہ	افادات سورۂ تغابن	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ	۱۸
مقالات ومضامین	کامیاب اُستاذ کی صفات	مولانا عبد الرزاق اسکندر صاحب	۲۱
	انٹرنیٹ کا استعمال: فوائد ونقصانات	مولانا محمد یعقوب قاسمی اعظمی	۲۶
	سیرتِ نبویؐ کا تجارتی پہلو	مولانا محمد حذیفہ ہردے پوری	۳۲
	شراب اور منشیات کے مضر اثرات	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی	۴۰
	پیغمبرانہ دعائیں؛ جو قبول ہوئیں	مولانا مفتی محمد عفان منصور پوری	۴۵
	بندے پر مولیٰ کی مہربانیاں اور......	مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی	۵۰
	شبِ برأت: حقائق کے آئینہ میں	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۵۵
کتاب المسائل	تعلیق طلاق کے مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۱
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کے اسفار، واردین وصادرین، انجمنوں کے پروگرام، وفیات		۶۷

نورِ ہدایت:

آخرت میں سودخوروں کی بری حالت

ارشادِ ربانی: اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. (البقرۃ: ۲۷۵)

ترجمہ: ’’جولوگ سودخور ہیں وہ قیامت میں اُس شخص ہی کی طرح (مدہوش ہوکر) اُٹھیں گے جیسے وہ شخص اُٹھتا ہے جسے جنات (شیطان) نے لپٹ کر اُس کے ہوش اُڑادئے ہوں۔ اور یہ حالت اُن کی اِس بنا پر ہوگی کہ وہ کہتے تھے کہ بیع وشراء بھی سود کی طرح ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے بیع وشراء کو حلال قرار دیا ہے، اور سود کو حرام کہا ہے۔ پھر جس کو اپنے رب کی طرف سے نصیحت کی بات پہنچی اور وہ (اپنے غلط عمل سے) باز آگیا، تو اس کے واسطے سابقہ معاملہ (پر باز پرس) نہیں ہے، اور اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ اور جو شخص (نصیحت کے باوجود) سودی لین دین کا عادی رہے تو یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے‘‘۔

یہاں سے آگے تک متعدد آیات میں سودخوری کی مذمت اور وعیدیں بیان کی جارہی ہیں، جس کی ابتداء اِس وعید سے کی گئی کہ دنیا میں جو شخص سودی کاروبار کرتا رہا اور توبہ کئے بغیر دنیا سے رخصت ہوا، وہ جب قبر سے اُٹھے گا تو بالکل حواس باختہ ہوگا، اور مجنونانہ حرکتیں اور بکواس کرتا ہوگا، جس کو دیکھ کر سب پہچان جائیں گے کہ یہ شخص حرام خور ہے، یہ اُس کے لئے یقیناً بڑی ذلت کی بات ہوگی۔

اور سودخور کے لئے یہ سزا اِس لئے تجویز کی گئی کہ وہ دنیا میں روپیوں کے لالچ میں مدہوش ہوکر نہ صرف یہ کہ سودخوری کرتا تھا؛ بلکہ اپنے فعل بد کی لچر تاویل بھی کرتا تھا، اور یہ دعویٰ کرتا تھا کہ ’’جس طرح تجارت میں نفع مقصود ہوتا ہے اِسی طرح سود بھی نفع کمانے کی ہی ایک شکل ہے، پس یہ بھی بیع وتجارت کی طرح جائز ہونی چاہئے‘‘، حالاں کہ ہر عقل مند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ تجارت اور سود میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اِسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا ہے، اگر یہ دونوں چیزیں ایک ہی درجہ کی ہوتیں تو اِن کا حکم الگ الگ نہ ہوتا۔

بہرحال اَب بھی تلافی کا موقع ہے، وہ اِس طرح کہ آدمی اپنے فعل بد سے توبہ کرکے سودی لین دین سے باز آجائے، تو پچھلی کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

لیکن اگر علم کے باوجود آدمی سودی لین دین کرتا رہے اور یہاں تک جسارت کرے کہ حرام کو حلال قرار دینے کے لئے تاویلیں کرنے لگے تو بلاشبہ اُس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے۔ اَعاذنا اللہ منہ۔ ☐☐☐

نظر وفکر

محمد سلمان منصورپوری
Mansoorpuri
@gmail.com

رحمٰن کے خاص بندے اور اُن کی صفات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ’’سورۂ فرقان‘‘ کے آخر میں اپنے مقرب بندوں کی تعریف فرماتے ہوئے اُن کی امتیازی صفات خاص طور پر ذکر فرمائی ہیں؛ تاکہ اُمت کے افراد اِن مقربینِ بارگاہ کی عالی صفات اپنا کر اپنے لئے دارین میں کامیابی اور سربلندی حاصل کرسکیں۔ قرآنِ کریم کا یہ مضمون اِس قابل ہے کہ بار بار اُس کو پڑھا جائے اور اُس کے تناظر میں اپنا محاسبہ کیا جائے، اور جو بھی کمی کوتاہی ہو اُسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائیں اور اُن کی صفات اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

اِس موقع پر جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) وہ عاجزی اور تواضع اختیار کرتے ہیں۔ (۲) وہ جھک بازی سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۳) وہ راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ (۴) وہ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ (۵) وہ فضول خرچی نہیں کرتے۔ (٦) وہ بخیل نہیں ہیں۔ (۷) وہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ (۸) وہ کسی طرح کا شرک نہیں کرتے۔ (۹) وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے۔ (۱۰) وہ زناکار نہیں ہیں۔ (۱۱) وہ گناہوں پر سچی توبہ کرنے والے ہیں۔ (۱۲) وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (۱۳) وہ لغویات سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۱۴) وہ نصیحت کی باتوں کو قبول کرتے ہیں۔ (۱۵) وہ اپنے گھر والوں اور نسلوں کے دین وایمان کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔

اَب ہم ذیل میں اِن سب صفات کی قدرے وضاحت پیش کرتے ہیں:

(۱) تواضع واِنکساری

اللہ کے خاص بندوں کی صفات میں سب سے اہم صفت تواضع وانکساری ہے، یعنی آدمی خود اپنی بڑائی کا متمنی نہ رہے اور دل سے اپنے آپ کو کم تر سمجھتا رہے، اور اپنی چال ڈھال، رہن سہن اور برتاؤ سے ہروقت عاجزی کا مظاہرہ کرتا رہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بن جاتا ہے، اِسی لئے ایسے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ اِرشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً. (الفرقان ٦٣)

اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

واضح ہو کہ تواضع کا تعلق اصل میں دل کی کیفیت اور جذبات سے ہے؛ لیکن اس کے اثرات آدمی کے ظاہری برتاؤ سے نمایاں ہوتے ہیں، پس اتراہٹ والی چال آدمی کے متکبر اور مغرور ہونے کا پتہ دیتی ہے، جب کہ مسکنت اور عاجزی والا انداز اس کی دلی مسکنت اور تواضع پر دلیل بنتا ہے۔ اِسی لئے سورۂ لقمان میں حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحتوں کے ضمن میں ایک جملہ یہ بھی آیا ہے کہ: ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ﴾ [لقمان، جزء آیت: ١٩] یعنی اے بیٹے! اپنی چال درمیانی رکھا کرو۔ اِس کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اِس سے مراد متواضعانہ چال ڈھال ہے۔ (روح المعانی ۱۳۸/۲۱)

اِسی طرح مذکورہ آیت میں دبے پاؤں چلنے سے مراد بھی تواضع وانکساری کا اظہار ہے، پس جو شخص بھی متواضع ہوگا وہ کبھی بھی لوگوں کے سامنے اکڑ کر نہیں چلے گا؛ بلکہ اُس کو دیکھ کر لوگ اندازہ لگالیں گے کہ یہ آدمی نرم خو اور متواضع ہے، اور ایسی اَدا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ أَوْحىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لاَ يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلىٰ أَحَدٍ وَلاَ يَبْغِي أَحَدٌ عَلىٰ أَحَدٍ. (صحيح مسلم رقم: ٢٨٦٥، سنن أبي داؤد رقم: ٤٨٩٥، الترغيب والترهيب مكمل رقم: ٤٣٩٠ بيت الأفكار)

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو تا آں کہ کوئی شخص دوسرے کے مقابلہ میں نہ تو فخر کرے اور نہ ظلم کرے۔

روایت ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! تواضع اختیار کرو؛ اِس لئے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ

جو شخص اللہ کے لئے عاجزی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے سربلندی سے نوازتے ہیں، پس وہ شخص اپنی نظر میں کمتر ہوتا ہے؛ لیکن لوگوں کی نظر میں برتر ہوجاتا ہے

النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ. (شعب الإيمان للبيهقي ٦/ ٢٧٦، مشكاة المصابيح ٢/ ٤٣٤)

(اِس کے برخلاف) جو شخص تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل فرمادیتے ہیں تو وہ لوگوں کی نظر میں کم تر ہوجاتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے کو برتر سمجھتا ہے حتی کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں کتے اور خنزیر سے بدتر ہوجاتا ہے۔

خادمِ رسول سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بیماروں کی مزاج پرسی فرماتے، جنازہ میں شرکت فرماتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرمالیتے۔ اور (ضرورت پڑنے پر) دوسرے کو پیچھے بٹھا کر گدھے کی سواری میں بھی عار نہ محسوس فرماتے۔ غزوۂ خیبر اور غزوۂ بنی قریظہ میں آپ ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس کی نکیل کھجور کی رسی کی تھی، اور اُس پر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کاٹھی تھی۔ (شعب الایمان ۲/۲۹۰)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بے تکلف بیٹھ جاتے، اور زمین پر بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے اور بکریوں کو خود باندھ دیتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرمالیتے تھے۔ (شعب الایمان ۱/۲۹۰)

یہ سب باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین تواضع کی روشن دلیل تھیں کہ ہر کمال سے متصف ہونے کے باوجود آپ کی حیات طیبہ ان تکلفات سے قطعاً خالی تھی جو نام نہاد بڑے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

حبِ جاہ سے بچیں!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ. (سنن الترمذي رقم: ٢٣٧٦، الترغيب والترهيب مكمل رقم: ٢٦٦٦)

دو بھوکے حملہ آور بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر اتنا نقصان نہیں پہنچا پاتے جتنا مال اور جاہ کی محبت انسان کے دین کو نقصان پہنچادیتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دھوپ سے بچاؤ کی غرض سے آپ کے اوپر چادر سے سایہ کردیا آپ نے سایہ محسوس فرما کر سر مبارک اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ چادر سے سایہ کیا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اسے ہٹاؤ! اور خود اپنے دست مبارک سے چادر کھینچ کر نیچے فرمادی، اور ارشاد فرمایا: ''میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں''۔ (مجمع الزوائد ۹/۲۱)

بلاشبہ یہی وہ سادگی اور بے تکلفی اور مسکنت کا اظہار تھا، جن کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوبِ خلائق قرار پائے تھے، اور اِسی جیسے کردار واَخلاق کو اپنا کر اُمت کو بھی عزت اور سر بلندی نصیب ہوسکتی ہے۔

خلفاء راشدین ﷺ کی تواضع

خلیفۂ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے تک محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو محلّہ کی ایک بچی نے کہا کہ ''اب ابوبکر ہمارے جانوروں کا دودھ کہاں نکالیں گے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ میں اب بھی تمہارے لئے دودھ دوہا کروں گا، اور مجھے امید ہے کہ میری نئی مصروفیت میرے کسی سابقہ اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ کرے گی''، چنانچہ آپ خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود محلّہ والوں کے لئے دودھ دوہا کرتے تھے۔ (العلم والعلماء ۱۴۶)

امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ امیر المؤمنین ہونے کے باوجود اون کا جبہ استعمال کرتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے، اور اپنے کندھے پر کوڑا رکھے خود بازار میں گھومتے اور لوگوں کی (غلطیوں پر) سرزنش کرتے، اور اگر کہیں کھجور کی گٹھلیاں یا سوت وغیرہ پڑا ہوا ملتا تو اسے اٹھالیتے اور کسی گھر میں ڈال دیتے تاکہ وہ گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ اپنے کندھے پر مشک اٹھائے جارہے ہیں (لوگوں کے تعجب پر) آپ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے ایسا کیا کیونکہ مجھے عُجب کا شبہ ہوگیا تھا''۔ (العلم والعلماء ۱۶۳)

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب ملک شام تشریف لے گئے تو راستہ میں ایک نہر عبور کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے تکلف اپنی

سواری سے اتر گئے، اور موزے اُتار کر ہاتھ میں لے لئے اور اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر نہر سے پار ہو گئے، یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! آج تو آپ نے بڑا حیرت ناک عمل کیا؟ (یعنی یہاں کے باشندے تو یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ ملک کا بادشاہ اس طرح نہر کو پار کرے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر انگلی چبھوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''ابوعبیدہ! کاش کوئی اور یہ بات کہتا، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں میں سب سے کمتر اور ذلیل تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اسلام کے ذریعہ عزت بخشی پھر اب اسلام کے علاوہ میں اپنی عزت کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ (شعب الایمان ۲۹۱/۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود مسجد نبوی میں بے تکلف آرام کرتے ہوئے دیکھا ہے، جب آپ وہاں سے اٹھتے تو صحن کی کنکریوں کے نشانات آپ کے بدن پر ہوتے تھے تو ہم ان کی طرف اشارہ کر کے کہتے: ''یہ ہیں امیر المؤمنین! یہ ہیں امیر المومنین!''۔ (العلم والعلماء ۱۷۴)

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض لوگوں نے دیکھا کہ آپنے بازار سے گھر کے لئے گوشت خرید کر اپنی چادر میں رکھ لیا اور تشریف لے چلے، ساتھی نے کہا کہ لائیے! حضرت میں اسے اٹھالوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں، گرہستی والا ہی اسے اٹھا کر لے جانے کا زیادہ حق دار ہے''۔ (احیاء العلوم ۲۱۴/۳)

عبرت آموز کردار کی چند جھلکیاں

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایندھن کا ایک گٹھر اٹھائے اپنے باغیچہ سے باہر نکلے، لوگ اُنہیں دیکھ کر بولے کہ: حضرت! آپ یہ کام اپنے کسی لڑکے یا غلام سے لے لیتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: میں اپنے دل کو آزمار ہا ہوں کہ یہ عمل مجھے برا تو نہیں لگتا، (یعنی اگر نفس پر شاق ہوگا تو تواضع کے خلاف ہوگا)۔ (شعب الایمان ۲۹۲/۶، کتاب الزہد ۲۸۷)

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ، سیدنا علی ابن الحسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو غسل دینے والوں نے آپ کی کمر مبارک پر کالے کالے گٹے دیکھے تو گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے نشانات ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ان آٹوں کے تھیلوں کے نشانات ہیں جنہیں حضرت زین العابدینؒ رات کے وقت کمر پر لاد کر لے جاتے اور مدینہ منورہ کے فقیروں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ (العلم والعلماء ۲۷۲)

خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص رات میں مہمان ہوا، آپ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے تھے اتنے میں چراغ بجھنے لگا، مہمان نے کہا کہ: لائیے! میں اسے ٹھیک کردوں، (یعنی اس میں تیل وغیرہ ڈال دوں) حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ: ''مہمان سے خدمت لینا اچھی بات نہیں ہے''، مہمان نے عرض کیا کہ حضرت! پھر کسی غلام کو آواز دیں، وہ چراغ درست کرلائے گا، آپ نے فرمایا کہ: ''نہیں، وہ ابھی تو سویا ہے'' (اس کی نیند کچی ہے) پھر آپ خود اٹھے اور شیشی سے تیل نکال کر چراغ میں ڈالا، (اور اسے درست کیا) مہمان نے تعجب سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے خود ہی یہ زحمت اٹھائی، اس پر حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ: ''جب میں گیا تو بھی عمر ہی تھا، اور لوٹا تو بھی عمر ہی رہا، میرے اندر کوئی کمی تو نہیں ہوئی، اور سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو''۔ (احیاء العلوم ۳/۲۱۴)

تواضع کے بارے میں چند قیمتی اَقوال واَحوال

اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''اے لوگو! تم افضل ترین عبادت یعنی تواضع سے لاپروائی برت رہے ہو''۔ (کتاب الزہد ۱۳۲)

صحابی رسول حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک ایمان کے کمال کو حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے نزدیک تواضع شرافت سے زیادہ افضل اور پسندیدہ نہ ہوجائے، اور تھوڑی دنیا زیادہ مال کے مقابلہ میں اسے عزیز نہ ہوجائے، اور حق بات میں اس سے محبت یا بغض رکھنے والے دونوں اس کی نظر میں برابر نہ ہوجائیں، اور وہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی اسی طرح فیصلہ کرے جیسے اپنے اور اپنے گھر والوں کے حق میں کرتا ہے۔ (کتاب الزہد بروایۃ نعیم ۵۲)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تواضع لوگوں کے دلوں میں محبت کی تخم ریزی کرتی ہے، اور قناعت سچی راحت عطا کرنے کا ذریعہ ہے''۔ (العلم والعلماء ۲۲۲)

حضرت ابوحازم کہتے ہیں کہ جب تک تین باتیں کسی میں نہ پائی جائیں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ (۱) اپنے سے بڑے سے بغاوت نہ کرے۔ (۲) اپنے سے چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔ (۳) اپنے علم پر کسی سے معاوضہ کا طالب نہ رہے۔ (العلم والعلماء ۲٦۵)

عالم جلیل حضرت اِمام سفیان ثوریؒ اپنی جلالت شان کے باوجود مجلس میں امتیازی جگہ بیٹھنا پسند نہ فرماتے بل کہ کسی بھی کنارے پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہمیشہ پیر سکیڑ کر تواضع سے بیٹھتے۔ (مجلس میں پیر نہ پھیلاتے تھے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے) (العلم والعلماء حاشیہ ۳۵۸)

زید ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عالم اور فقیہ کے لئے یہ فتنہ ہے کہ وہ دوسرے کی گفتگو سننے کے مقابلہ میں اپنی بات کہنا زیادہ پسند کرتا ہو، باوجودیکہ وہ ایسے کو پائے جو اس کی طرف سے گفتگو کی کفایت کر سکے، (یعنی دوسرے اہل شخص کی موجودگی میں بھی اپنی بات کہنا ضروری خیال کرے تاکہ لوگ اس کے علم کے قائل ہوسکیں) (کتاب الزہد ۱۶)

نصر بن حاجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''عمر ابن ذر'' کی تقریر سننے تشریف لے جاتے اور اس میں کوئی عار نہ محسوس کرتے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ تقریر اور وعظ غور سے سن رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ (عقود الجمان ۲۲۹)

درج بالا باتوں کو سامنے رکھ کر آج ہمیں خود اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ آج تواضع کا دعویٰ تو بہت ہے؛ لیکن حقیقی تواضع بس کسی کسی کو ہی نصیب ہے، ہر طرف تنافس تعلّی اور دوسروں پر برتری کی ایک ہوڑ لگی ہوئی ہے، جس نے زندگی کا مزہ کرکرا کر کے رکھ دیا ہے، اور اِیمانی صفات کی حلاوت وچاشنی سے دل محروم ہو چکے ہیں، ظاہرداری میں تو سب کچھ ہے؛ لیکن دلوں کا کھوکھلا پن اِس قدر ہے کہ چھپائے نہیں چھپ رہا۔ ایسے ماحول میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سنجیدگی سے صورتِ حال پر غور کریں، اور اپنے حالات کو درست کرنے کی فکر کریں، بے شک سچی طلب ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بھی ضرور ملے گی، اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے ہمیں سبھی ایمانی صفات اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ ☐☐☐

تمام دنیوی واُخروی پریشانیوں اور دشواریوں کے حل کے لئے
اکابر واسلاف کے آزمودہ

مستند وظائف ومعمولات

مرتب: مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
صفحات: ۱۴۴ ○ ہدیہ: ۴۰/روپئے ○ ڈاک خرچ بذمہ خریدار

غموں اور صدموں سے نڈھال لوگوں کی تسلی اور صبر کے حصول کیلئے رہنما کتاب
حضرت نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے

غموں اور صدموں بھرے لمحات وواقعات

مرتب: مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
صفحات: ۶۴ ○ ہدیہ ۳۰/روپئے ○ ڈاک خرچ بذمہ خریدار

ناشر:- ☐ مکتبۃ الاصلاح دارالطلبہ مدرسہ شاہی مرادآباد، موبائل: 09410679786
ڈاک سے منگوانے پتہ:- ☐ دارالعلم نزد مجاہد جنرل اسٹور دیوبند ضلع سہارنپور، موبائل: 09760333374

اشتہار

درسِ حدیث:

دستِ سوال دراز کرنے سے بچئے!

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ، فَقَالَ أَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ فَقَالَ: بَلٰى! حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ: اِئْتِنِي بِهِمَا فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ: أَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: اِشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قُدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ، فَأَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کا ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کے پاس کچھ مانگنے اور سوال کرنے کے لئے آیا، آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، میرے گھر میں ایک کمبل ہے جس کا کچھ حصہ میں بچھالیتا ہوں اور کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں اور ایک پیالہ ہے، جس میں پانی پیتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں لے آؤ، وہ ان دونوں چیزوں کو لے آئے، آپ نے ان کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا کہ کون ان دونوں چیزوں کو خریدے گا؟ ایک صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کو ایک درہم میں خریدتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ کون ایک درہم پر اضافہ کرے گا، دو تین مرتبہ کہنے کے بعد ایک صاحب بولے کہ میں ان دونوں چیزوں کو دو درہم میں لے لوں گا، نبی کریم علیہ السلام نے وہ چیزیں ان کے حوالے کیں اور ان سے دو درہم لے کر انصاری صحابی کو دے دیا اور فرمایا کہ ایک درہم سے کھانے پینے کی اشیاء خرید کر گھر میں دے دو اور

عُوْدًا بِيَدِهٖ، ثُمَّ قَالَ: اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ، فَجَاءَهٗ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنَ أَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ. (سنن أبي داؤد، وروى ابن ماجة إلى قوله: يوم القيامة، مشكوة المصابيح ١٦٣)

دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ صحابی کلہاڑی خرید کر آپ کے پاس لائے، آپ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی کا ہتھا فٹ کیا اور فرمایا کہ جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو، میں تم کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں، وہ صحابی لکڑی کاٹنے اور بیچنے میں لگ گئے، کچھ دن کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے پاس دس درہم ہو گئے تھے، جس سے انہوں نے کپڑا اور غلہ خریدا، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم سوالی بن کر آؤ اور اس کی وجہ سے تمہارے چہرے پر قیامت کے دن سیاہ نکتہ لگے، سوال کرنا صرف تین طرح کے لوگوں ہی کے لئے مناسب ہے: (۱) اس محتاج کے لئے کہ جس کو فقر و فاقہ نے زمین پر ڈال دیا ہو (۲) اس قرض دار کے لئے کہ جس کے بھاری قرضہ نے اس کو ذلت و رسوائی سے دو چار کر دیا ہو (۳) اس شخص کے لئے جس پر خون کی دیت واجب ہو۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام امت کو دنیا و آخرت کی ذلتوں اور رسوائیوں سے بچا کر دونوں جہاں کی عزتوں سے مالا مال کرنا چاہتے تھے؛ اسی لئے مختلف انداز میں ذلت والے اعمال سے بچنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور باعزت زندگی گذارنے کے گر سکھایا کرتے تھے، مذکورہ بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کو ذلت والے کام کو چھوڑ کر باعزت زندگی گذارنے کی تلقین فرما کر رہتی دنیا تک آنے والے تمام انسانوں کو کامیابی اور نجات کی راہ دکھاتے ہیں، ذیل میں حدیث بالا کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

واقعہ کی وضاحت

ایک دن نبی کریم علیہ السلام کے دربار میں ایک انصاری صحابی تشریف لائے اور دست سوال دراز کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک کمبل اور پیالہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ دونوں چیزوں کو لے کر آؤ، وہ گھر گئے اور کمبل و پیالے کو لے کر آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بولی لگوائی اور فرمایا کہ کون ان چیزوں کو خریدے گا؟ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں ایک درہم میں ان دونوں چیزوں کو خریدتا ہوں، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک درہم سے زائد میں کون خریدے گا؟ مذکورہ دونوں چیزیں کیوں کہ بہت زیادہ قیمت کی نہیں تھیں؛ اس لئے کسی نے جلدی سے ایک درہم پر اضافہ کا فیصلہ نہیں کیا، مگر جب نبی کریم علیہ السلام نے دو تین بار اپنی بات کو دہرایا تو ایک صحابی آپ کی منشا کو سمجھ کر بول اٹھے کہ میں دو درہم کے بدلے میں ان چیزوں کو خرید لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درہم لے کر پیالہ اور کمبل ان کے حوالے کر دیا اور جو انصاری صحابی سوالی بن کر آئے تھے، ان کو بلا کر فرمایا کہ ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں دے دو، اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، جب کلہاڑی آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی کا ہتا لگایا اور فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور پندرہ دن سے پہلے مجھے دکھائی نہ دینا، وہ پندرہ دنوں کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم جمع ہو چکے تھے، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عزت والی زندگی بہتر ہے اس ذلت والی زندگی سے جس میں انسان دست سوال دراز کرے۔ اور یاد رکھو یہ ذلت صرف دنیا ہی تک محدود نہیں رہے گی؛ بلکہ قیامت کے دن بھی مانگنے والا ذلیل و خوار ہوگا؛ کیوں کہ اس کے چہرے پر سیاہی لگی ہوگی، جس کو دیکھ کر ہر انسان پہچان لے گا کہ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں دوسروں سے مانگا کرتا تھا۔

قابل غور بات

آج کل مسلم معاشرہ میں مانگنے کا چلن عام ہو گیا ہے، لوگ بے خوف ہو کر دست سوال دراز کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ شرم و حیا اور غیرت بالکل ختم ہو گئی ہے، کوئی بیماری کا واسطہ دے کر مانگتا ہے تو کوئی گھر کی تعمیر کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے، کوئی حج و عمرہ کے نام پر مانگتا ہے، تو کوئی عیدوں کے موقع پر بچوں

کے کپڑوں کے لئے سوال کرتا پھرتا ہے اور کوئی جہیز کے نام پر لڑکی والوں کو مطالبات کی لسٹ تھما دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہمارا حق ہے، ہم نے جہیز کا مطالبہ کر کے کوئی برا کام نہیں کیا ہے، ایسے تمام لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سوال کرنا اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا کسی طرح درست اور جائز نہیں ہے، بالخصوص ایسے لوگوں کے لئے جو قوت بازو رکھتے ہوں، صحت مند ہوں، بھاگ دوڑ کر سکتے ہوں، ان کے لئے تو کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے مانگنا صحیح نہیں ہے، جہیز و تلک کے نام پر مسلم سماج میں آج کل جو کچھ رواج پا رہا ہے اس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ وہ غیروں کا طریقہ ہے، جس کو مسلمانوں نے صرف دنیا کی لالچ میں اپنا لیا ہے، یاد رکھئے اللہ کے سوا کسی اور در کا بھکاری بننے والا نہ عزت حاصل کر سکتا ہے اور نہ چین وسکون سے مالا مال ہو سکتا ہے، نہ ایسی شادیوں میں خیر و برکت ہو سکتی ہے کہ جس میں جہیز کا مطالبہ لڑکی والوں سے کیا گیا ہو، نہ میاں بیوی اور ان کے خاندانوں میں پر خلوص پیار و محبت پروان چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی فرمان بردار اولاد حاصل ہو سکتی ہے، کیوں کہ جس کام سے امت کو نبی کریم علیہ السلام نے روک دیا ہو اس میں خیر اور بھلائی کا پہلو پیدا ہو ہی نہیں سکتا ہے، اس سے بڑھ کر تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اپنے جیسے انسانوں سے مانگنے والے کو میدان محشر میں بھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کو خدا کی ناراضگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

نبی کریم علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ہر ایک مسلمان کو محنت اور جد وجہد کر کے رزق حلال حاصل کرنا چاہئے، اور ہرگز ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سہولت کی راہ اختیار کرتے ہوئے تن آسانی اور لالچ میں پڑ کر دست سوال دراز نہیں کرنا چاہئے۔

کیا کچھ لوگوں کو سوال کی اجازت بھی ہے؟

نبی کریم علیہ السلام نے مذکورہ بالا روایت میں صرف تین طرح کے لوگوں کو سوال کرنے کی اجازت دی ہے، جن میں سے کسی میں بھی آج کل کے مانگنے والوں کو عام طور پر شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۱) فَقْرٍ مُدْقِعٍ: نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایسا شخص ہی مانگ سکتا ہے کہ فقر و فاقہ نے جس کو گرا دیا ہو، اس میں ملنے جلنے اور چلنے پھرنے کی سکت بھی باقی نہ رہ گئی ہو، وہ اپنی جان بچانے کے لئے دست سوال دراز کر سکتا ہے، حتی کہ ایسے شخص کو حرام غذا استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے، تاکہ جان ضائع

نہ ہو اور زندگی کو بچایا جاسکے، کیا آج کل کے مانگنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے؟ کیا جہیز کا مطالبہ کرنے والے لوگ اسی طرح کی فقر و فاقہ والی زندگی سے دوچار ہوتے ہیں؟ کیا گھر کی تعمیر، بچوں کی فیس اور حج وعمرہ کے حوالوں سے مانگنے والے اس زمرہ میں آتے ہیں؟ غور کیجئے اور خود فیصلہ کیجئے۔

(۲) غُرمٍ مُفظِعٍ: دوسرے نمبر پر نبی کریم علیہ السلام اس شخص کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جس پر حد سے زیادہ قرض ہو گیا ہو، جس کی وجہ سے اس کے لئے عزت بچانا مشکل ہو گیا ہو، قرض دار ہر وقت اس کے سر پر سوار ہوں، صبح وشام اور رات دن اس سے قرض کا مطالبہ کرتے رہتے ہوں اور اس کے پاس کوئی راستہ قرض کی ادائیگی کا نہ ہو، نہ زمین جائیداد ہو کہ اس کو بیچ کر قرض ادا کر دے، نہ گھر بار اور کاروبار ہو کہ اس سے قرض کی ادائیگی کی کوئی شکل بن سکے، ایسے شخص کو دست سوال دراز کر کے قرض داروں کے پیسے لوٹانے کی اجازت ہے، مگر شرط یہی ہے کہ اس کے پاس کسی اور طرح کا کوئی ذریعہ نہ ہو کہ جس کے واسطے سے قرض کی ادائیگی ممکن ہو سکے۔

(۳) دَمٍ مُوجِعٍ: تیسرے نمبر پر نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ شخص بھی ہاتھ پھیلا سکتا ہے کہ جس کے اوپر خون بہانے کی وجہ سے دیت لازم ہوئی ہو، مثلاً غلطی سے اس کے ہاتھوں سے کسی کا قتل ہو گیا ہو اور عدالت نے روپے پیسے کی شکل میں مقتول کے ورثاء کو دینے کے لئے جرمانہ اس پر عائد کیا ہو اور وہ بالکل تہی دست وفقیر ہو، نہ اس کے پاس مال ودولت ہو اور نہ ہی اتنی طاقت وقوت ہو کہ کما کر دے سکے، ایسے شخص کے لئے مانگنا درست ہے، وہ مخیّر حضرات کے پاس جا کر ان سے مدد لے سکتا ہے، شرعاً اس کی اجازت ہے، ان تین طرح کے افراد کے سوا کسی بھی شخص کو کسی بھی حال میں مانگنے اور سوال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

نوٹ:- یہ روایت جہاں ایک طرف امت کو باعزت زندگی گذارنے کا سبق سکھاتی ہے، وہیں دوسری طرف مانگنے اور سوال کرنے سے روکتے ہوئے اس عمل قبیح کی نفرت عام مسلمانوں کے دلوں میں بٹھاتی ہے؛ کیوں کہ یہ وہ برا عمل ہے جس کی سزا انسان کو دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی دی جائے گی، اللہ رب العزت تمام امت کو اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ۔

افاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ تغابن

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اِنسانوں کی اصل تقسیم صرف دو ہیں: مؤمن اور کافر

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ: (یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں بعض کافر ہوگئے بعض مؤمن رہے)

اِس آیت میں اِنسانوں کی تقسیم بتلائی گئی ہے کہ اِنسانوں کی صرف دو ہی قسمیں ہیں: یا تو مؤمن یا کافر، اس کے علاوہ ذات وبرادری، رنگ ونسل اور قومیت کے اعتبار سے انسانوں کی تقسیم اور تفریق نہیں؛ بلکہ یہ تو صرف تعارف کا ذریعہ ہیں۔ ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (اور ہم نے تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں بنایا؛ تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو) شناخت رہے تو یہ خاندانوں اور قوموں کی تقسیم تعارف اور شناخت کے لئے ہے، ورنہ اصل تقسیم تو دو ہی ہیں: یا تو مؤمن یا کافر؛ لہٰذا انسان کے دوسروں سے جو بھی معاملات ہونے چاہئیں وہ اِنہیں دو قسموں کے اعتبار سے ہونے چاہئیں یعنی یا تو مؤمن ہونے کی حیثیت سے یا کافر ہونے کی حیثیت سے، اور ہر ایک کے شریعت نے حقوق وحدود بیان کردئے ہیں، اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز قومیت وبرداری درمیان میں حائل نہ ہونا چاہئے، مثلاً یہ کہ فلاں چوں کہ ہماری برادری کا اور ہمارے خاندان کا ہے؛ لہٰذا اس کے ساتھ تو اچھا معاملہ کریں گے، اُس کو اہمیت دیں گے اور فلاں چوں کہ ہماری برادری کا اور ہمارے خاندان کا نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کے ساتھ دوسرا برتاؤ کریں گے، اس کو نظر انداز کردیں گے، اس طرح کی حمیت وعصبیت نہیں ہونی چاہئے؛ بلکہ اسلام کی نسبت کا لحاظ کرتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا یکساں معاملہ ہونا چاہئے۔

گناہوں کے چھوڑنے کا آسان نسخہ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ، وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: یہ

اوراس طرح کی جتنی آیتیں ہیں، سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، وہ تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہے، تم جو کچھ کرتے ہو وہ سب کو دیکھنے والا ہے، یہ اوراس قسم کی جتنی آیتیں ہیں یہ انسان کو مراقبہ سکھاتی ہے کہ جو بھی کام کرو اس تصور اور اس خیال سے کرو کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، وہ میری ہر نقل وحرکت اور میری تمام اداؤں کو دیکھ رہا ہے، اگر ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے اور گناہ کے وقت بھی یہ مراقبہ کرلے تو آدمی کے سارے گناہ چھوٹ جائیں اور اس کے تمام کاموں میں خلوص پیدا ہو جائے۔

وساوس وخطرات کے متعلق شرعی حکم

یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ: اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم ظاہر کرتے ہو اور جن باتوں کو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے، دل میں جو خطرات اور وساوس آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے؛ لیکن وساوس میں کوئی گناہ نہیں؛ کیوں کہ وہ غیر اختیاری ہوتے ہیں، اس لئے اس میں کوئی پکڑ نہیں؛ لیکن ایک ہوتا ہے وساوس کا آنا اور ایک ہوتا ہے وساوس اور خیالات کا لانا، اگر وساوس از خود آجائیں تو اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں، اور وساوس کے آجانے کے بعد اپنے اختیار سے ان کو باقی رکھنا، اس کی طرف توجہ کرنا، اس میں غور وخوض کرنا یا اپنے ارادہ سے خیالات کا لانا اور اس کی طرف متوجہ ہونا، یہ برا ہے اور اس کی وجہ سے آدمی گناہ میں پڑ جائے گا۔

سکون حاصل کرنے کا کامیاب نسخہ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ، وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ: یعنی جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے، جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

بندوں پر جب بھی اور جس قسم کی جو بھی کوئی مصیبت اور پریشانی آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے، یعنی اللہ ہی کی طرف سے اس مصیبت کے نازل ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اس لئے اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے سمجھے، گھبرائے نہیں، منہ نہ بنائے، پریشان نہ ہو؛ بلکہ اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو، اُسی کے حکم سے یہ مصیبت آئی ہے وہی اس کو دور کرنے والا ہے، وہ علیم وخبیر ہے، اور حکیم

بھی ہے، وہ اس مصیبت کو بھی جانتا ہے؛ کیوں کہ وہ علیم ہے، مصیبت کیوں نازل کی ہے، اس میں کوئی حکمت ہوگی، وہ حکیم بھی ہے، اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس مصیبت کے نازل کرنے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہوگی، ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، وہ کوئی کام نادانستہ نہیں کرتا؛ کیوں کہ علیم ہے اور کوئی کام ناشائستہ نہیں کرتا؛ کیوں کہ حکیم ہے۔ اِس لئے کبھی آنے والی مصیبت سے گھبرائے نہیں اور اس مصیبت کو بھی خالی نہ جانے دے، یعنی اس مصیبت پر صبر کے ذریعہ اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرے، اگر اللہ نے کوئی غم اور مصیبت دی ہے، تو اس سے گھبرائے نہیں، خوشی اور نعمت دی ہے تو اس سے اترائے نہیں، غم سے گھبرائے نہیں، نعمت سے اترائے نہیں۔

غم اور مصیبت کو ہلکا کرنے کا مفید مراقبہ

علیم وخبیر اور حکیم کا ایسا مفید مراقبہ ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس سے ہلکی ہوجاتی ہے، مصیبت کے وقت یہ تصور کرے کہ یہ مصیبت اللہ کی طرف سے آئی ہے، اسی کی بھیجی ہوئی ہے، وہ اس کو جاننے والا ہے، اس کے علم سے یہ مصیبت مخفی نہیں، اور ساتھ یہ مراقبہ بھی کرے کہ وہ حکیم بھی ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے اس مصیبت میں بھی ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت ہوگی، ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس تصور اور اس مراقبہ سے مصیبت کا زیادہ احساس نہ ہوگا، احساس تو ہوگا؛ لیکن بے صبری کا مظاہرہ نہ ہوگا، اور صبر وسہارا آسان ہوگا اور صبر ہی کی وجہ سے ثواب ملتا ہے، صبر ہی کی تو اصل فضیلت ہے، آدمی کو بے حس تو نہیں بتایا گیا، اگر مصیبت اور تکلیف کا احساس نہ ہو تو صبر کیسے حاصل ہو، یہ فضیلت کیسے حاصل ہو، اس مراقبہ سے صبر آسان ہوجائے گا۔

❍❖❍

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

ایک عظیم اصلاحی تحریک کا نام ہے

صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہوجائیے۔

دوسری قسط

کامیاب اُستاذ کی صفات

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

ب:- تعلیم بذریعہ سوال وجواب:- تعلیم کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ استاذ ایک طالب علم کو سب طلباء کے سامنے کھڑا کرے اور اس سے سوال کرے اور وہ طالب علم سب طلباء کے سامنے اس کا جواب دے، یا استاذ دو طالب علموں کو کھڑا کرے جن میں سے ایک دوسرے سے سوال کرے اور دوسرا اسے جواب دے۔ اس اندازِ تعلیم میں طلباء کو تعلیم پر توجہ زیادہ رہتی ہے اور اس سے ان کے دلوں میں تعلیم کا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں طلباء اپنی آنکھ، کان اور فکر کے ساتھ متکلم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں، جس سے وہ علمی مضمون دل میں اچھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے کسی اہم مسئلہ کی تعلیم کے وقت عموماً یہ انداز اختیار فرماتے تھے، جیسے عقائد اور مغیبات وغیرہ کی تعلیم کے وقت۔ جس کی مثال جبریل علیہ السلام کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں ایمان، اسلام، احسان اور علاماتِ قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک نوجوان ایک طالب علم کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے، وہ نوجوان باادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل سامنے بیٹھ گیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے بارے میں چند سوالات کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیئے، صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سارا منظر دیکھ اور سن رہے تھے اور اس سے مستفید ہو رہے تھے اس کے سوالات یہ تھے:

سوال:- آپ مجھے بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟

جواب:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے، اگر تو وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہے۔

سوال:- آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں کہ ایمان کیا ہے؟

جواب:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تم ایمان لاؤ اچھی اور بُری تقدیر پر۔

سوال:- آپ مجھے احسان کے بارے میں بتائیں کہ احسان کیا ہے؟

جواب:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح بجالاؤ کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو یہ خیال کرلو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

سوال:- قیامت کب آئے گی؟

جواب:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے تم پوچھ رہے ہو، وہ سائل سے زیادہ اس بارے میں نہیں جانتا۔

سوال:- آپ مجھے قیامت کی علامات بتائیں؟

جواب:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ باندی اپنے مالک کو جنے گی اور تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو ننگے پاؤں، ننگے بدن، غریب اور بکریاں چرانے والے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر لمبی لمبی عمارتیں بنانے لگیں گے۔

یہ آنے والا طالب علم آپ سے سوال وجواب کے بعد مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جانتے ہو، یہ کون ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: **اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ** اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل (علیہ السلام) ہیں، وہ اِس لیے آئے تھے تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں غور کریں: **اِنَّہٗ جِبْرِیلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ**۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے صحابہ کو دین سکھانے کے لیے ''سوال وجواب'' کا انداز اختیار کیا! جس سے معلوم ہوا کہ سیکھنے سکھانے کا یہ اسلوب اور انداز بہت ہی قابل عمل اور مفید ہے۔

ج:- تعلیم بذریعہ عمل: اسلام کی زیادہ تر تعلیمات عمل سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تعلیمات کو عملاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کو عمل

کرتے ہوئے دیکھ کر آپ کی اتباع کرتے تھے، چناں چہ جب نماز فرض ہوئی اور اَقِیمُوا الصَّلاۃَ کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً صحابہؓ کے سامنے نماز ادا کی اور فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِی اُصَلِّیْ۔ تم اِسی طرح نماز ادا کرو، جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی طرح جب حج کی فرضیت اس آیت مبارکہ: ﴿وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً﴾ (آل عمران:۹۷) کے ذریعہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر بیٹھ کر مناسک حج ادا کیے، تاکہ ہر شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ویسا ہی عمل کرے جیسے آپ عمل فرما رہے ہیں، اور آپ نے اعلان فرمایا: ''خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ''۔ یعنی اپنی عبادت کے طریقے مجھ سے سیکھ لو۔ احادیث میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں اور عملی احکام کو سکھانے کے لیے یہی کامیاب طریقہ ہے اور جدید علمی اداروں میں عملی مضامین میں یہی اسلوب اِختیار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ کرام اور علماءِ اُصول کے یہاں تواترِ عملی ایک اہم شرعی دلیل شمار کی جاتی ہے۔

د:- تعلیم بواسطہ قول وعمل:- اس کی صورت یہ ہے کہ متعلقہ مضمون کی عبارت اور نصوص کے معانی اور مطالب کو پہلے اس طرح بیان کر دیا جائے کہ سب طلباء اس کو اچھی طرح سمجھ جائیں، اگر اُس کا تعلق عمل سے بھی ہو تو پھر استاذ ان کے سامنے اسے عملاً پیش کرے۔ اس اندازِ تعلیم سے طلباء کے لیے علم اور عمل دونوں کا سیکھنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات سیکھ لیتے تو اس وقت تک بعد والی دس آیات نہ سیکھتے جب تک ان دس آیات پر عمل کرنا نہ سیکھ لیتے''۔ (المستدرک للحاکم:۱/۵۵۷)

ہ:- تعلیم بذریعہ اقرار وارشاد:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی مسلمان کو کوئی کام کرتا دیکھتے اگر وہ صحیح ہوتا تو اسے برقرار رکھتے اور اگر صحیح نہ ہوتا تو صحیح بات کی طرف اس کی راہنمائی فرماتے جیسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سفر کی حالت میں سخت سردرات میں گرم پانی نہ ملنے کی وجہ سے غسل جنابت کے بجائے تیمّم کر لیا اور نماز پڑھی اور آپ نے ان کو اس پر برقرار رکھا۔

و:- تعلیم بذریعہ مشورہ اور مناقشہ علمی:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت اس طرح بھی فرماتے تھے کہ مسلمانوں کو کسی درپیش مسئلہ میں جس میں ابھی تک کوئی حکم

بذریعہ وحی نازل نہ ہوتا صحابہؓ کے سامنے حل کے لیے پیش فرماتے، قرآنِ کریم نے بھی آپ کو اس کا حکم دیا تھا ’’آپ ان سے مشورہ کرتے رہیے۔‘‘ اس معاملہ میں صحابہ کرامؓ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرماتے اور آپ آخر میں جو صحیح رائے ہوتی اس کی تائید فرماتے یا صحیح رائے کی طرف راہنمائی فرماتے۔ اس طرح آپ نے صحابہ کرامؓ کو عملی تربیت اس بات کی دے دی کہ آئندہ امت کو درپیش مسائل کا حل اس طرح نکالیں۔ اسی کو قرآنِ کریم نے ایک اصول اور قاعدہ کے طور پر یوں بیان فرمادیا ہے ’’اور ان کے معاملات آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں‘‘۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کو ایک مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ نماز کے وقت مسلمانوں کو مسجد میں کس طرح بلایا جائے، آپ نے صحابہؓ کی مجلس میں یہ معاملہ پیش فرمایا غور وفکر شروع ہوا کسی نے گھنٹی بجانے کا مشورہ دیا، بعض نے ناقوس بجانے کا اور بعض نے آگ وغیرہ جلانے کا، لیکن آپ نے یہ کہہ کر ان آراء کو مسترد کردیا کہ یہ غیر مسلموں کے شعار ہیں، آخر میں جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور دوسرے صحابہؓ نے خواب میں موجودہ اذان سنی تو آپ نے اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔

(۴) تعلیم میں نقشہ اور تختۂ سیاہ کا اِستعمال

بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کو سمجھانے کے لیے تختۂ سیاہ اور نقشہ کی ضرورت پڑتی ہے، جس کے ذریعہ بعض حقائق کا طلباء کو سکھانا آسان ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض معنوی حقائق کو سمجھانے کے لیے یہ انداز بھی اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا۔ پھر اس مربع خط کے درمیان میں ایک خط کھینچا پھر اس درمیانے خط کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور ایک خط مربع خط کے باہر کھینچا۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درمیانہ خط انسان کی مثال ہے اور اس کے دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خطوط وہ عوارض ہیں جو اُسے زندگی میں پیش آتے ہیں، اگر ایک سے چھوٹ گیا تو دوسرا پکڑ لیتا ہے اور جو مربع خط ہے یہ اس کی اجل ہے اور اس کے ساتھ جو خط باہر جارہا ہے، وہ اس کی اُمیدیں اور آرزوئیں ہیں۔ (مسند امام احمد: ۵/ ۲۳۷)

(۵) تعلیم بذریعہ ضرب المثل

کسی معنوی اور غیر محسوس حقیقت کو سمجھانے کے لیے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اُستاذ طلباء کے سامنے اس کی ایک حسی مثال پیش کرے اور پھر اس معنوی حقیقت کو اس پر قیاس کر کے طلباء کے اذہان کے قریب کر دے۔ کتب حدیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

یہاں اُن میں سے ایک مثال ذکر کی جاتی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور بُرے ہم نشین اور ساتھی کے اثرات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اچھے ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے مُشک بیچنے والا اور بھٹیارہ۔ پس مشک بیچنے والا یا تو تمہیں مشک پیش کرے گا یا تم خود اس سے مُشک خرید لو گے، یا (کم از کم) اس کے پاس سے خوش بو آتی رہے گی۔ اور بھٹیارہ یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا۔ یا (کم از کم) اس سے بدبو تمہیں پہنچے گی۔'' (متفق علیہ)

(٦) سوال کے ذریعہ اذہان کو مشغول کرنا

تعلیم کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ استاذ پڑھاتے وقت طلباء کے سامنے ایک یا ایک سے زائد سوال پیش کر کے سب کے اذہان کو مشغول کر دے، تا کہ وہ جواب سوچیں، پھر ان سے جواب سنے۔ اگر جواب صحیح ہے تو ان کی تصویب کرے، ورنہ صحیح جواب کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم میں یہ اسلوب بھی اختیار فرماتے تھے، خصوصاً جب کسی کا امتحان لینا مقصود ہو۔ نیز اس انداز سے طلباء میں سوچنے اور حقائق میں غور وفکر کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے اُن سے سوال کیا کہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تفصیلی جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب سن کر ان کی تصویب فرمائی اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ تعلیم وتدریس کے ان اسالیب کے علاوہ اور بھی مختلف انداز ہیں جن کا تعلق تعلیم کے اَعلیٰ مراحل سے ہے، اس لیے اُن کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا، لہٰذا عربی کے اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مذکورہ بالا اسالیب میں سے جو اسلوب بھی مناسب سمجھیں اسے موقع ومحل اور مخاطب کے اعتبار سے استعمال میں لائیں۔ (جاری)

انٹرنیٹ کا استعمال

فوائد ونقصانات کا ایک مختصر جائزہ

مولانا محمد یعقوب قاسمی اعظمی صاحب ریسرچ اِسکالر ملیشیا

آج کل سوشل میڈیا کے ذریعہ ایک دوسرے کو باہم جوڑنے کے نت نئے طریقے ایجاد کئے جارہے ہیں، الیکٹرانک تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے مختلف قسم کے پروگرام انٹرنیٹ پر لانچ کئے جاتے ہیں؛ لہٰذا ’’واٹس اَپ، فیس بک، ٹویٹر اور اِسکایپ‘‘ وغیرہ کے استعمال کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جارہا ہے، اِسی طرح ویڈیو کلپ سیریل اور فلموں کو دیکھنے کے لئے ’’یوٹیوب‘‘ کا استعمال عروج پر ہے۔

دیکھتے دیکھتے آج دنیا میں ہر مہینے فیس بک استعمال کرنے والوں کی تعداد 1.55 رملین ہوگئی ہے، نیز روزانہ ایک بلین لوگ فیس بک کی ویڈیو دیکھنے چیٹنگ کرنے اور آپس میں پکچر اور ویڈیو شیئر کرنے کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کرتے ہیں، ٹھیک اِسی طرح عالمی پیمانے پر ’’واٹس اَپ‘‘ کو استعمال کرنے والے لوگ ۹۰۰ رملین سے زائد ہیں۔

ہندوستان میں خاص طور پر اِن پروگراموں کو استعمال کرنے والے بھاری تعداد میں موجود ہیں، ایک سروے کے مطابق ہندوستان فیس بک کے استعمال میں امریکہ کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے، جہاں اِس وقت ۱۳۰ رملین لوگ فیس بک چلاتے ہیں، جب کہ امریکہ میں یہ تعداد ۱۹۰ رملین ہے، اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۲۰۱۹ء تک یہ تعداد ۲۷۰ رملین ہوجائے گی۔

ٹی این ایس (TNS) نامی کمپنی نے اپنی ایک رپورٹ میں جسے ٹائمس آف انڈیا نے شائع کرکے دعویٰ کیا ہے کہ فیس بک کے استعمال کرنے والے اس وقت ۵۱ رفیصد ہیں، جب کہ واٹس اَپ کے استعمال کرنے والے لوگ ۵۶ رفیصد تک پہنچ گئے ہیں؛ کیوں کہ واٹس اَپ کی طرف لوگوں کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، اور اِس کا استعمال بھی کافی حد تک آسان ہے۔

ایک جدید سروے نے یہ واضح کیا ہے کہ یوٹیوب اور واٹس اَپ دونوں کو استعمال کرنے والے اِس وقت ہندوستان میں ۷۰ ؍ملین لوگ ہیں، جہاں واٹس اَپ کو ایک بڑے پیانے پر چیٹنگ، کالنگ، فوٹو ویڈیو شیئرنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، وہیں یوٹیوب کا فلم ویڈیو کلپ اور سیریل وغیرہ دیکھنے میں استعمال عام ہے۔

کے پی ایم جی (KPMG) کے ماتحت چلنے والے انٹرنیٹ موبائل بورڈ آف انڈیا نے اپنی ایک رپورٹ نشر کی ہے، جس میں جون 2015ء تک انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں پر سروے کیا گیا ہے، رپورٹ کے مطابق اس وقت ہندوستان میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والے بھاری تعداد میں ہیں، جن کی مجموعی تعداد جون 2015ء تک ۳۵۴ ؍ملین بتائی جارہی ہے۔ بورڈ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ اس سال کے چھ مہینے میں ۱۷ ؍فیصد کے لحاظ سے اس تعداد میں ۵۲ ؍ملین کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح موبائل پر انٹرنیٹ استعمال کرنے والے ۲۱۳ ؍ملین بتائے جارہے ہیں، قوی رجحان ہے کہ یہ تعداد ۲۰۱۷ء تک ۳۱۴ ؍ملین سے اوپر پہنچ جائے گی۔

سب سے اہم بات جو خطرے کو دعوت دے رہی ہے، وہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ کو استعمال کرنے والوں کی عمریں عام طور پر ۱۵ ؍سے ۳۵ ؍سال تک کے درمیان یعنی نوجوانی کی عمر، اور ان میں سے اکثر لوگ اس طرح کے پروگرام ویب اور انٹرنیٹ کو کام یا پڑھائی کے لئے استعمال کرتے ہیں، زیادہ تر اس کا استعمال ایک دل لگی کا سامان اور دلچسپ کھلونا سمجھ کر کیا جاتا ہے، ان نوجوان مرد اور دوشیزاؤں کو چیٹنگ آڈیو ویڈیو کالنگ، ویڈیو کلپ فلم اور سیریل وغیرہ کا دیکھنا اچھا لگتا ہے، ہر وقت ایک نئے مجہول ہوئی دوست کی تلاش میں چیٹنگ چلتی رہتی ہے، لڑکیاں بوائے فرینڈس اور لڑکے اپنی اپنی گرل فرینڈس کو مختلف قسم کے ایس ایم ایس کرتے ہیں، اچھی خراب ویڈیو اور پکچرس ایک دوسرے کو شیئر کرتے ہیں، اور نہ ختم ہونے والے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حدیث نبوی ہے: ’’جس نے اچھا طریقہ اختیار کیا اور اس کے بعد لوگوں نے اس پر عمل کیا، تو اس شخص کو اس کا ثواب اور اس پر عمل کرنے والے کا ثواب دونوں ملے گا، اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، اور جس نے برا طریقہ اختیار کیا اور بعد میں لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ دونوں ملے گا، نیز ان کے گناہ سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا‘‘۔

(مسلم شریف حدیث نمبر ۱۰۱۷)

چیٹنگ اور شیئرنگ کی یہ داستان یہیں تک ختم نہیں ہوتی؛ بلکہ اب تو بعض پروگراموں (فیس بک اور واٹس اَپ) میں دوستوں کے باقاعدہ گروپ بنائے جاتے ہیں، جس میں ایک ساتھ سبھی دوستوں کو شیئر کرنا اور بھی آسان ہوگیا ہے؛ لیکن یہ گروپ جہاں الگ الگ مختلف نئے دوست فراہم کرتے ہیں، وہیں ایک دوسرے کو اپنوں سے جدا بھی کرتے ہیں، چناں چہ شوہر بیوی، بھائی بہن، ماں بیٹی، باپ بیٹے سبھی کے اپنے اپنے گروپ ہوتے ہیں، سب کے سب اپنے اپنے دوستوں میں مگن پر اپنوں سے دور، ایک ساتھ ایک گھر بلکہ ایک کمرہ میں رہتے ہوئے بھی آپس میں بہت کم گفتگو کرتے ہیں۔ سبھی اپنے نامعلوم دوستوں میں مست ہوکر سچے دوست اور اہل خانہ سے بالکل بے پروا ہوجاتے ہیں، یہ لوگ اپنا قیمتی وقت بیکار ضائع کرتے ہیں۔ سیریل دیکھتے، چیٹنگ کرتے، آڈیو ویڈیو کلپ سنتے سنتے آدھی رات تہائی رات پوری رات گذار دیتے ہیں، اور پھر دن بھر سوتے ہیں، نماز وغیرہ کی کوئی فکر نہیں رہتی، دین سے بیزار ہوجاتے ہیں، تلاوت واذکار سے بالکل غافل ہوجاتے ہیں، انٹرنیٹ اور موبائل کے ہر وقت غلام بنے رہتے ہیں، سونے کے لئے جاتے ہیں تب بھی ایک دوسرے کو میسج کرتے رہتے ہیں، سوکر اُٹھتے ہیں تب بھی اسی پر نظر ہر وقت میسج پڑھنا، اس کا جواب دینا اور اسی میں مصروف رہنا ایک شیوہ بن گیا ہے۔ چناں چہ ڈرائیور اپنی گاڑی چلا رہا ہوتا ہے کہ راستہ میں میسج آتا ہے اُسے پڑھنے اور جواب دینے میں گاڑی ٹکرا جاتی ہے، اور بے چارہ اپنی زندگی واٹس اَپ کے نام کرجاتا ہے۔ نمازی نماز کے لئے جاتے ہیں، اُن کے پاکٹ اور جیب میں موجود ان کا موبائل میسج اور کال کی مختلف ٹون (آوازوں) میں بجتا رہتا ہے، جس سے مسجد میں موجود تمام مصلیوں کا خشوع وخضوع غارت ہوجاتا ہے۔

آخر اُنہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا یہ دیوانگی ہے یا عمر عاشقانہ ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! یہ لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، اپنے قیمتی اوقات اور صحت کو بیکار ضائع کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان انہیں لوگوں کے لئے ہے کہ: ''اللہ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جس سے بے شمار لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت اور دوسرے فرصت''۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۶۴۱۲)

جنون و دیوانگی کا یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا؛ بلکہ کبھی کبھی انسانوں اور جناتوں میں سے خبیث

شیاطین ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں، تو وہ لوگ وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جس کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی (گندی اور ننگی فلمیں غیر اخلاقی سیریل فحش ویڈیو اور تصاویر) جس سے ان کے اخلاقِ کریمانہ پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، اور یہ لوگ بہیمیت پر اتر آتے ہیں، جرائم کی ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں جہاں ہوش وحواس تک کھو بیٹھتے ہیں، اور ایسے ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، جن کے تصور سے انسانیت شرم سار ہو جاتی ہے، پس سات سال سے کم عمر کی بچیوں کو بھی اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، یہی نہیں...... اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے بھی اپنا منہ کالا کرتے ہیں؛ بلکہ قبروں میں مدفون میت کو بھی نہیں چھوڑتے، العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ ارشاد خداوندی ہے: ''یہ لوگ جانور ہیں؛ بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں''۔ (الاعراف آیت: ۱۷۹)

مزید برآں جس پر دل کڑھتا ہے، سینے میں درد کی چنگاریاں اُٹھتی ہیں، اور آنکھ خون کے آنسو بہاتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان پروگراموں نے اب اپنا نشانہ سادہ لوح مسلمان اور علماء کو بنالیا ہے، اور یہ خطرناک وائیرس دھیرے دھیرے ان تک پہنچ گیا ہے؛ لہٰذا اِن نیکوکار جماعت میں سے بعض لوگ ان کے اس بچھائے ہوئے جالوں میں پھنس گئے ہیں، جنہیں مغرب نے ان علماء اور صلحاء کو لبھانے اور ان برائیوں میں قید کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، تاکہ ان کے دلوں سے تقویٰ وطہارت ختم کرکے خشیت الٰہی سے انہیں دور کردے، اور انہیں بھی گناہوں کی اس دلدل میں دھنسا دے۔ افسوس صد افسوس! وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور صالحین کی ایک جماعت ان کی پھیلائی ہوئی برائیوں کی مرتکب ہونے لگی، پس یہ لوگ بھی تنہائیوں میں فلم، سیریل اور خراب ویڈیو دیکھتے ہیں، اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں، اور اس کے ایسے سخت عذاب کے مستحق ہوتے ہیں جس سے ان کے سارے کئے ہوئے نیک اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں، اور انہیں اس کا اندازہ تک نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنی امت میں ایک ایسی جماعت کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ پہاڑ کے برابر خالص نیکیاں لے کر آئے گی؛ لیکن اللہ ان کی ان تمام نیکیوں کو ذرہ کی طرح بکھیر کر ختم کردے گا، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتا دیجئے، اور ان کے اوصاف بیان کیجئے؛ تاکہ ہم ان میں سے نہ

ہو جائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ وہ تمہارے بھائی اور تمہیں میں سے ہوں گے، راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے جیسے تم کرتے ہو؛لیکن یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب تنہائیوں میں رہیں گے تو اللہ کی حدود کا خیال نہیں کریں گے (تنہائیوں میں اس کی حدود سے تجاوز کریں گے اور گناہوں کا ارتکاب کریں گے)''۔(سنن ابن ماجہ/ باب ذکرالذنوب حدیث نمبر۴۲۴۵)

اے نوجوان ساتھیوں! ہوش کے ناخن لو اپنے آپ کو اس طرح کی گندی فلم، غیر اخلاقی سیریل اور ویڈو کلپ دیکھنے سے بچاؤ! تم اللہ سے چھپ نہیں سکتے، وہ تمہیں ہر آن دیکھ رہا ہے، تمہارے جی میں جو خیالات آتے ہیں، اس سے بھی وہ بخوبی واقف ہے؛ بلکہ وہ تمہارے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے دو فرشتے تمہارے ساتھ ہر وقت لگے ہوئے ہیں، تمہارے ہر قول وعمل کا ریکارڈ جاری ہے؛ لہٰذا توبہ کرو اور ان پروگراموں کو دیکھنے سے بچو۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انٹرنیٹ کا استعمال ناجائز ہے؛ بلکہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان پروگراموں کو لوگوں کے درمیان اسلامی اقدار اور اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، اور انہیں ہر قسم کے شرور وفتن سے آگاہ کریں، ٹھیک اسی طرح دنیاوی ضرورتوں اور کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں، مثلاً ٹکٹ بکنگ، بینک اکاؤنٹنگ، خرید وفروخت اور ان جیسی تمام ضروریات جن میں انٹرنیٹ کا استعمال مفید اور سودمند ہے، نیز تعلیم، درس وتدریس، کتابوں کے پڑھنے اور ان کو ڈاؤن لوڈ کرنے میں بھی اس کا استعمال ناگزیر ہے، بس ہمیں انٹرنیٹ اور موبائل کے ایسے غلط استعمال سے پرہیز کرنا ہے، جس کا انجام دنیوی اور اخروی ہلاکت ہے۔

راقم السطور موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بچنے کے لئے ایک مثال کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے، فرض کریں کہ آپ کا ارادہ مسجد جانے کا ہے، مسجد کا راستہ ایک گلی سے ہوکر گذرتا ہے، اتفاق سے اس گلی میں طوائفوں کا بسیرا ہے، جہاں موجود آوارہ لڑکیاں غمزہ واِشارات اور سیٹیوں سے آپ کی توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی ہیں، ایسے ماحول میں آپ اپنے آپ کو یقیناً بہرہ اور اندھا کرلیں گے، ان کی طرف توجہ نہ دے کر استغفار پڑھتے ہوئے مسجد کا راستہ لیں گے۔

ٹھیک اسی طرح اے دوست! جب آپ انٹرنیٹ کو استعمال کریں گے تو اس کی اسکرین پر اپنے

آپ طرح طرح کی خراب ویڈیو، گندی تصاویر دعوتِ نظارہ دیں گی، اور خود بخود کھل کر سامنے آئیں گی، ایسے میں آپ کو بچنا اور اپنے آپ پر قابو پانا ہے، نیز کبھی کبھی دوستوں کی طرف سے بھی گندی ویڈیو اور تصویریں آئیں گی، ایسے دوستوں کو بلاک کریں، اور انہیں دیکھنے سے گریز کریں، اور عمداً یا سہواً اس طرح کی گندی ویڈیو اور تصویر دیکھ کر دیوانہ نہ بنیں۔

حدیث مذکور سے عبرت لیں، اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں، اور ڈریں کہ جس نے بینائی دی ہے وہ چھین بھی سکتا ہے، وقتی طور پر بڑا اچھا لگتا ہے، مگر انجام برا ہے، جیسے خارش زدہ شخص جب خارش ہوتی ہے تو اسے کھجلانا بڑا اچھا لگتا ہے؛ لیکن بعد میں اس کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

یاد کرو! کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے جانا ہے، اسے ہر عمل کا حساب دینا ہے، ذرہ برابر کی گئی نیکی یا برائی کل سامنے لائی جائے گی؛ لہٰذا دل پر قابو رکھو اور اس حدیث سے عبرت لو جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، مگر ان کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کے احکام مشتبہ ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو اُن مشتبہ چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرلی، اور جو اُن میں پڑ گیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کی چراگاہ کے قریب کوئی چرواہا اپنے جانور چرائے، عین ممکن ہے کہ وہ دوسرے کی چراگاہ میں اسے ڈال دے۔ سنو! ہر بادشاہ کے پاس اپنی اپنی چراگاہ ہوتی ہیں، اور اللہ کی چراگاہ زمین میں اس کے محارم ہیں (اللہ کی حدود اور حرام کردہ چیزیں سو اُن کے قریب نہ جاؤ) سنو! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہا تو بدن کے سارے اعضاء درست رہیں گے، اور اگر وہ خراب ہوگیا تو بدن کے سارے اعضاء خراب ہوجائیں گے، اور وہ ٹکڑا دل ہے‘‘۔ (بخاری شریف/ باب فضل من استبرألدینہ حدیث نمبر ۵۲)

سو دل کی اصلاح کرو، کثرت سے استغفار کرو اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آؤ؛ کیوں کہ اس میں پڑنے کے بعد ہر شخص جہالت وضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں اندھا ہوجاتا ہے، انجام کار بعد میں نادم ہوتا ہے، مگر اس وقت ندامت اُسے فائدہ نہیں دیتی۔

سیرتِ نبویﷺ کا تجارتی پہلو

مولانا محمد حذیفہ ہردے پوری مدرس مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفر نگر یوپی

اپنے محبوب کی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: **وَإِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ.** (القلم آیت ٤) **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ.** (الاحزاب آیت ٢١)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہر قسم کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ ایک جلیل القدر پیغمبر اور نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نظریاتی فلاحی ریاست کے بانی بھی تھے۔ اسی طرح اگر آپ مصلح اعظم تھے تو ایک بے نظیر سیاست داں بھی۔ قائد لشکر تھے تو عظیم فاتح بھی۔ اگر عظیم سربراہ مملکت تھے تو بے عدیل قاضی القضاۃ بھی۔ اگر عدیم المثال تاجر تھے تو مہربان شوہر، شفیق باپ اور مخلص دوست بھی۔ غرضیکہ آپ کی ذات گرامی میں ہر قسم کی خوبیاں جمع ہوگئیں تھیں رب کائنات نے مذکورہ آیات میں اسی کی منظر کشی کی ہے کہ اگر تم طالب علم ہو تو غار حرا میں بیٹھنے والی ہستی کو دیکھو کہ اس نے قرآن کریم کس طرح سیکھا۔ اگر تم استاد ہو تو اصحاب صفہ کے معلم گرامی کی پیروی کرو۔ اگر تم خاوند ہو تو سیدہ خدیجہؓ، سیدہ عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہرات کے عالی قدر شوہر کو دیکھو۔ اگر تم صاحب اولاد ہو تو سیدہ فاطمہؓ کے جلیل القدر باپ کو دیکھو کہ انہوں نے اولاد کی دینی تربیت کس طرح فرمائی۔ اگر تم تبلیغ کے فرض عین میں مصروف ہو تو مکہ کی گلیوں، طائف کی وادیوں اور مدینہ کے کوچے و بازاروں میں چلنے پھرنے والے مبلغ اعظم کو دیکھو کہ اس نے اللہ کے بندوں تک کس طرح دین کا پیغام پہنچایا۔ اگر تم تاجر ہو تو سیدہ خدیجہؓ کا سامان تجارت فروخت کرنے والے کی طرف نظر کرو کہ اس نے کتنی دیانت وامانت سے تجارت کی۔ اگر تم دوست ہو تو غار ثور کی تنہائیوں میں صدیق اکبر کو دلاسا دینے والے کو دیکھو اور سبق سیکھو کہ وہ ایک نادیدہ بالاتر، ہمہ مقتدر مقدس ہستی پر کیسا اٹل ایمان رکھتا تھا اور کتنے نازک مرحلے میں اس کے لبوں پر ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ ہی کا نشید مقدس گونج رہا تھا۔ اگر تم کمانڈر ہو تو جنگ بدر کے مجاہدین کے بیدار مغز کمانڈر انچیف کو دیکھو۔ اگر تم فاتح ہو تو مکہ مکرمہ کے فاتح کو دیکھو کہ اس عالی ظرف اور کریم النفس قائد

انسانیت نے سفاک قاتلوں اوراپنے خون کے پیاسے دشمنوں کوبھی کس فراخ دلی سے معاف کردیا۔

نپولین کہتا ہے کہ عظماء تاریخ میں سے ہرایک صرف کسی ایک گوشے میں عظیم ہوتا تھااورایک آدھ خوبی کا مالک ہوتا تھا مگر پیغمبر اسلام میں انسان عظیم کے تمام خصائص موجود تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا آپ معاشرے کی فلاح و بہبوداور اصلاح وتربیت کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے آپ آزادی کے علمبردار، حریت فکر کے نقیب، باعزت زندگی کی طرف بلانے والے داعی اعظم اوراخوت ومساوات کے بانی تھے۔

ان چند سطور میں سرور کائنات کی شخصیت کے گوناگوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو یعنی تجارتی پہلو پر قدرے تفصیلی بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔اس پہلو پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جزیرۂ عرب کے ماحول پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے۔

جزیرۂ عرب ایک بالکل بے آب وگیاہ علاقہ ہے جہاں کھیتی باڑی کرنے یا مویشی پالنے کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا اور چونکہ اس دور میں اہل عرب علم و ہنر اور فنون سے بھی نا آشنا تھے اس لیے ان کے لیے معاش کے طور پر ایک پیشہ تجارت ہی بہترین قرار پاسکتا تھا ویسے بھی جزیرۂ نما عرب دنیا کے عین وسط میں ہونے کی بنا پر مختلف ملکوں کے درمیان ایک بہترین مقام اتصال تھا اس لیے یہاں کے باشندوں کا عام پیشہ تجارت تھا اور وہ تجارت کے سلسلے میں دور دراز کے ممالک کی طرف سیاحی کرتے رہتے تھے۔ان کے تجارتی قافلے ایک جانب تو بحر ہند سے لے کر بحیرۂ روم تک اور دوسری جانب جنوب عرب میں عمان ویمن سے لیکر شمال میں فلسطین وشام تک چلتے رہتے تھے۔اس طرح یہ بڑی بڑی تجارتی شاہراہیں انہی کے قبضے میں تھیں اوران کے بڑے بڑے تجارتی کارواں مال واسباب سے لدے ہوئے آتے جاتے رہتے تھے۔موسم گرما میں ان کے سفر شمال میں شام کی طرف ہوتے اور موسم سرما میں جنوب میں عمان ویمن کی طرف۔آبادی کا بیشتر حصہ اسی تجارت پر گذر بسر کرتا اپنا بیشتر سرمایہ تجارتی کاموں میں لگائے رکھتا قافلوں کی واپسی پر منافع آپس میں تقسیم ہوتے۔

یہ تاجر پیشہ لوگ دوسرے باشندوں کی بہ نسبت آسودہ تھے ان میں سے قبیلۂ قریش کا تجارتی مقام تو بہت بلند تھا؛ بل کہ وہ عرب کی پوری تجارت پر حاوی تھے جس کی شہادت خود اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مقدس میں دی ہے: لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ. (القریش آیت: ۱-۲)

عصر حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تصنیف رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی میں لکھتے ہیں

’’چین وعرب کی تجارت عرب میں سے ہوکر یورپ جاتی تھی قریش کا عرب کی تجارت پر حاوی رہنا، مصرو شام، عراق وایران، یمن وعمان، حبش وسندھ وغیرہ سے انہوں جو تجارتی معاہدے (ایلاف) کرر کھے تھے اور ﴿رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾ کے باعث شمال وجنوب کے جس طرح قلابے ملاتے رہتے تھے وہ سب جانتے ہیں‘‘۔ (ص:۳۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خانوادۂ قریش میں ہی آنکھیں کھولیں اوراسی تجارتی ماحول میں نشو ونما پائی لہذا آپ تجارت جیسے مقدس پیشے سے الگ کیسے رہ سکتے تھے آپ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اور تجارت کے لیے دور دراز کے سفر اختیار کیا کرتے تھے دادا کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کی پرورش کا ذمہ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب رکھا اسی محبت کی بنا پر آپ کو اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جانے لگے۔

آپ کا پہلا تجارتی سفر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۱۲/سال دو ماہ ہو چکی تھی کہ آپ کے چچا ابو طالب نے قریش کے قافلۂ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا مصائب سفر کے خیال سے ابو طالب کا ارادہ آپ کو ہمراہ لے جانے کا نہ تھا عین روانگی کے وقت آپ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار دیکھے اس لیے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا اور روانہ ہوئے جب شہر بُصریٰ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی (بقول بعض یہودی) راہب تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا۔ بحیرا کی آپ سے ملاقات ہوئی اس نے حضورؐ کے پر نور و پر جلال چہرے پر علامات نبوت دیکھیں اور آپ کو آنے والے نبی کی پیشین گوئی کا مصداق پایا تو حضرت ابو طالب کو تاکید کی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر عظیم الشان بنے گا لہذا اسے شام کے یہودی دشمنوں سے بچایا جائے چنانچہ حضرت ابو طالب نے فی الفور آپ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

کاروباری مشاغل

جیسا کہ اوپر گذرا کہ حضور اقدسؐ کا اصلی خاندانی پیشہ تجارت تھا اور آپ بچپن ہی میں ابو طالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے جس سے آپ کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا اس لیے آپ کو تجارت سے بڑی دلچسپی تھی اور آپؐ اپنے پیارے چچا ابو طالب کے کندھوں کو جو پہلے سے ہی کثیر العیال تھے مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ نے تجارت کو جاری رکھتے ہوئے ذریعۂ

معاش کے لیے اسی پیشہ کو اختیار فرمایا اور تجارت کی غرض سے شام و بصری اور یمن کا سفر فرمایا اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ نے تجارت کا کاروبار کیا کہ آپ کے شرکا اور تمام اہل بازار آپ کو امین کے لقب سے پکارنے لگے۔ ایک کامیاب تاجر کے لیے امانت، سچائی، وعدے کی پابندی اور خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔ آپ جلد ہی اپنے ان اوصاف کی وجہ سے مکہ کے کامیاب ترین تاجر ثابت ہوگئے اور پوری قوم میں آپ کا نام صادق اور امین مشہور ہوگیا آپ کی راست بازی اور حسن کردار کا سکہ ہر فرد بشر کے دل پر بیٹھ گیا اور مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور مالدار یہ خواہش کرنے لگے کہ آپ ان کے سرمایہ اپنے ہاتھ میں لیکر ان کے کاروبار چمکائیں آپؐ کچھ دنوں تک سائب بن قیس مخزومی کے سرمایہ سے تجارت کرتے رہے؛ بل کہ انہوں نے ہی آپؐ کو تاجر امین کے لقب سے نوازا۔

آپ ﷺ کے کاروبار کا طریقۂ کار

آپؐ ہر معاملہ سچائی اور امانت داری سے کرتے اور ہر معاملے میں سچا وعدہ کرتے اور جو وعدہ کرتے اس کو پورا ہی کرتے۔ آپ کے تجارتی ساتھی عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک بار نبی کریمؐ سے ایک معاملہ کیا میرے ذمے کچھ دینا باقی تھا میں نے عرض کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز بعد یاد آیا کہ میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا یاد آتے ہی فوراً آپؐ کے مکان پر پہنچا معلوم ہوا کہ دو روز گذر گئے آج تیسرا دن ہے وہ مکان پر نہیں آئے گھر والے خود پریشان ہیں میں یہاں سے روانہ ہوا اور جہاں جہاں خیال تھا سب جگہ آپؐ کو تلاش کیا کہیں نہیں ملے تو احتیاطاً وعدہ گاہ پر پہنچا میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ آپؐ اسی مقام پر موجود ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں اور زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی کہ مسلسل تین دن انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی جب میں نے معذرت کی تو آپ نہ ناراض ہوئے، نہ لڑائی جھگڑا کیا اور نہ ڈانٹ ڈپٹ کی صرف اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے اور وہ بھی دھیمی آواز میں "**يا فتى لقد شققت علي أنا ههنا منذ ثلاث أنتظرك**". (سنن أبي داؤد رقم الحديث: ٤٩٩٦) کہ اے عبداللہ تو نے مجھے بڑی زحمت دی میں تین دن سے اسی جگہ آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ (ماخوذ از سیرۃ المصطفی ۹۶/۱، سیرۃ النبیؐ ۱۲۹/۱)

تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت تھا جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! ”کنت شريكي فنعم الشريك لاتداري ولا تماري“ ۔آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات پر جھگڑتے تھے۔(سیرۃ المصطفی ۱/۹٦)

قیس بن سائب مخزومیؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے ”وكان خير شريك لايماري ولايشاري“ آپ بہترین شریک تجارت تھے نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے۔(حوالہ بالا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاروبار کے ایک ساتھی کا نام ابوبکرؓ بھی تھا وہ بھی مکہ ہی میں قریش کے ایک سوداگر تھے وہ کبھی کبھی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔(سیرۃ النبیؐ ۱/۱۲٦)

عرب میں ہر سال جو مشہور تجارتی میلے منعقد ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا سامان تجارت ان میلوں میں لے جایا کرتے آپ کی دیانت داری کی بناپر آپ کا سامان میلے میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک جاتا۔ایک دفعہ ایک میلے میں آپ بیس اونٹ لائے مگر اسی وقت کسی کام سے باہر جانا پڑ گیا تو اپنے غلام کو تاکید کر گئے کہ ان اونٹوں میں سے ایک لنگڑا ہے اس کی نصف قیمت وصول کی جائے۔فارغ ہوکر آپ واپس تشریف لائے تو اونٹ فروخت ہو چکے تھے۔غلام سے دریافت کیا تو اس نے معذرت کی کہ مجھے خریداروں کو لنگڑے اونٹ کی بابت بتانا یاد نہ رہا اور میں نے اس کی بھی پوری قیمت وصول کرلی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریداروں کا اَتا پَتا دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ یمن کی طرف سے آئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے پر بڑا ملال تھا فوراً غلام کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر ان کی تلاش میں چل دیئے ایک دن اور ایک رات کی مسافت طے کرنے کے بعد ان کو پالیا اور ان سے پوچھا کہ تم نے یہ اونٹ کہاں سے خریدے ہیں وہ بولے کہ ہمارے مالک نے ہمیں یمن سے میلے میں محمد بن عبد اللہ کے تمام اونٹ خریدنے کے لیے بھیجا تھا اور تاکید کی تھی کہ اس کے سوا کسی اور سے کچھ سامان نہ خریدنا ہم وہاں تین دن تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو تلاش کرتے رہے آخر تین دن کے بعد ان کا مال منڈی میں آیا تو ہم نے اطلاع پاتے ہی خرید لیا آپ نے فرمایا بھائیو! ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ لنگڑا ہے سودا کرتے ہوئے میرا ملازم بتانا بھول گیا اب وہ اونٹ مجھے دے دو اور اس کی قیمت واپس لے لو یا پھر اس کی آدھی قیمت مجھ سے وصول

کرلو۔ اتفاق سے ابھی تک انہیں اونٹ کے لنگڑے پن کا علم نہ ہوا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا اور وہ اونٹ ان سے لے کر اس کی قیمت واپس کردی۔ بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی سوچتے تھے کہ ایسا شخص کوئی معمولی آدمی نہیں ہوسکتا فوراً خدمت اقدس میں پہنچے اور شرف اسلام سے بہرہ مند ہوگئے۔ (محدث میگزین رسول مقبول نمبر ص: ۱۸۸)

ان واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے بیرون تجارت میں بھی حصہ لیا اور آپ مکہ میں گھوم پھر کر بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔

الغرض ابوطالب کے ساتھ آپ بچپن ہی میں بعض تجارتی سفر کرچکے تھے۔ ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوچکا تھا اور آپ کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ نوخیز ونوجوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم گلّہ بانی سے آگے بڑھ کر میدان تجارت میں آئے تو آپ کے تعلقات وسیع ہوئے۔ لوگوں کو آپ کو آزمانے اور پرکھنے کا موقع ملا مگر یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو زیادہ قریب سے دیکھا وہی آپ کے سب سے زیادہ گرویدہ ہوئے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ صرف دس بارہ سال کے عرصے میں آپ کی غیر معمولی امانت داری، راست بازی اور سچائی نے سب ہی مکہ والوں کو یہاں تک موہ لیا کہ وہ آپ کا نام لینا بے ادبی سمجھنے لگے یہی مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور سیٹھ جن کو اپنی دولت پر ناز تھا جن کو اپنے بین الاقوامی تعلقات پر فخر تھا کہ ان کے تجارتی قافلے شام، یمن اور فارس وغیرہ جاتے ہیں افریقہ کے بازاروں میں ان کا لین دین ہوتا ہے ان ملکوں کے امیروں اور بادشاہوں سے ان کی راہ ورسم ہے ان سے اپنی بات منوا سکتے ہیں یہی رؤساء قریش جو اپنے سوا کسی کو نظر میں نہیں لاتے تھے جو دوسروں کی گردنیں اپنے سامنے جھکوانا چاہتے تھے جن کے مشاعروں کی جان ان کے وہ فخریہ قصیدے ہوا کرتے تھے جن میں وہ اپنی عظمت اور بڑائی کے ترانے گاتے اور کوئی ان کا توڑ کرتا تو لڑ پڑتے تھے یہانتک کہ خونریز جنگ کی نوبت آجاتی تھی۔ دنیا جانتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ یتیم عبداللہ کی غیر معمولی سچائی اور امانت داری نے ان سیٹھوں اور رئیسوں کو اس حد تک متأثر اور گرویدہ بنادیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو الصادق یا الامین ہی کہتے تھے نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے یہ دو لفظ یہاں تک زبانوں پر چڑھ گئے کہ انہوں نے قومی لقب کی حیثیت اختیار کرلی۔

آپ ﷺ کا شام کا دوسرا سفر؛ نیز حضرت خدیجہؓ سے نکاح

ان دنوں مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ایک معزز خاتون سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ تھیں جو دو بار بیوہ

ہوچکی تھیں انہوں نے باپ سے کثیر جائداد پائی تھی اوراب تمام تر توجہ تجارت کی طرف مبذول کررکھی تھی اور اپنی تجارت کو باقی رکھنے کے لیے انہیں کسی ایسے امانت دار شخص کی ضرورت تھی جو کاروباری سلیقہ اور تجارتی تجربہ بھی رکھتا ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اگرچہ تقریباً ۲۳ سال تھی مگر آپ کے اوصاف حمیدہ کے چرچے شروع ہوگئے تھے کاروباری سلیقے کی بھی شہرت ہوچکی تھی اور تجارتی قافلے کے ساتھ شام جاکر بیرونی تجارت کا بھی آپ کو تجربہ ہو چکا تھا تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضورؐ ان کا سامان تجارت سرزمین شام کی طرف لے جائیں اور معاملہ یہ طے ہوا کہ وہ آپ کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت دوگنا منافع دیں گی۔آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد یہ پیش کش قبول فرمالی اور ۲۳ یا ۲۴ برس کی عمر میں دوسری بار شام کی طرف روانہ ہوئے واپسی پر آپ نے ایسا مال تلاش کیا جس کا مکہ میں فوراً نکاس ہوجائے آپ نے شام سے یہ مال لاکر مکہ معظّمہ میں فروخت کیا تو نفع بدر جہا زیادہ ہوا۔حضرت خدیجہ نے شام جاتے وقت جب مال سپرد کیا تو اپنے بھروسے مند غلام میسرہ کو بھی ساتھ کردیا۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ خدمت کرتے رہیں گے او رمقصد یہ تھا کہ مال کی نگرانی بھی رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور واطوار کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرتے رہیں۔سفر شام سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کا نفع حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور میسرہ نے نہ صرف امانت داری؛ بل کہ آپ کے عام اخلاق کی بھی ایسی تعریف کی کہ خدیجہؓ جو اپنی زندگی کا یہ آخری دور کسی راست باز کے حوالے کرنا چاہتی تھیں دامن محمد ﷺ میں ان کو گوہر مراد نظر آنے لگا۔ چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کا پیام دیا آپ نے اپنے چچا کے مشورے سے اس کو قبول فرمایا اور پچیس برس کی عمر میں اپنے سے پندرہ برس بڑی اور دو بار بیوہ ہوچکی خاتون کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا مگر آپ نے ان کا سارا مال غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد پر صرف کردیا اور اپنی معاش تجارت کو باقی رکھا اسی سے اپنے کنبے کی گذر بسر کرتے۔

تجارت کی خاطر آپ نے بصری اور مدینہ کی جانب کئی تجارتی سفر کئے اور انہی سفروں کے درمیان آپ نے قریش کی تجارتی شاہراہوں کے ہر پیچ وخم سے آگاہ ہوگئے خصوصاً مدینہ کی سیاسی اور جغرافیائی حیثیت اچھی طرح سمجھ لی۔

بات بہت طویل ہوتی جارہی ہے؛ لیکن اس طوالت کے باوجود سرکار دوعالم کے اس پہلو؛ بل کہ کسی بھی پہلو کا احاطہ تو دور کما حقہ بیان بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ یہ شعر اس کی غمازی کرتا ہے:

تھکی ہے فکر رسا مدح باقی ہے ❖ قلم ہے آبلہ پا مدح باقی ہے

ورق ہوا تمام مدح باقی ہے ❖ عمر تمام لکھا مدح باقی ہے

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پسند فرماتے تھے اور صاف ستھری بغیر دھوکہ اور جھوٹ کے تجارت کرتے تھے اور جب خود سرکار مدینہ نے یہ کام کیا ہے تو اس کام کی عظمت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے حالانکہ یہ ساری باتیں ضمناً ماقبل میں معلوم ہو چکی ہیں؛ لیکن پھر بھی چند ارشاداتِ نبوی ﷺ اور نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جن سے تجارت اور تجارت پیشہ لوگوں کی عظمت واضح ہو؛ نیز تجارت میں امت کے لئے آپ کا مقرر کردہ اصول بھی سامنے آسکے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ ترین ہے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اور ہر حلال و جائز بیع۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۲۶۳)

تجارت میں حسن معاملہ، صداقت و دیانت اور راست بازی کی ہر دم تاکیدی نصیحت فرماتے رہے فرمایا: قیامت کے روز تاجر فجار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے بجز اس تاجر کے جو اپنے معاملات میں خداترس رہا، لوگوں سے حسن سلوک کیا اور ہر معاملے میں سچائی کا دامن تھامے رکھا۔ (ترمذی شریف حدیث: ۱۲۱۰)

اسی طرح فرمایا کہ امانت دار اور راست باز تاجر قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (ترمذی شریف حدیث: ۱۲۰۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے منع فرمایا: ''إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ'' کہ بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے احتیاط برتو؛ کیونکہ اس طرح مال تو بک جاتا ہے مگر برکت جاتی رہتی ہے۔ (مسلم شریف ۲/۳۲ حدیث: ۴۱۲۳)

ایک آخری بات کہتے ہوئے ان چند سطور کا خاتمہ کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ خصوصاً مجھ کو اور عموماً پوری امت مسلمہ کو ایک ایک سنت کو جاننے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

آخری بات یہ ہے کہ بیع کرنے والوں کا سب سے پہلے آپ نے تاجر نام رکھا پہلے انہیں ''سماسر'' کہا جاتا تھا اور اس نئے نام کو تمام لوگوں نے بہت پسند کیا۔

❍❖❍

پانچویں قسط

شراب اور منشیات کے مضر اثرات

مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

دینی واخلاقی نقصانات

منشیات کے بے شمار نقصانات کا سب سے اہم حصہ دینی واخلاقی نقصانات ہیں، واقعہ یہ ہے کہ نشہ سیکڑوں برائیوں اور جرائم کا سرچشمہ ہے، اللہ نے انسان کے قلب ودماغ میں برائی سے روکنے والا نظام رکھا ہے، جسے نفس لوامہ کہا جاتا ہے، جو انسان کو غلط کاموں سے روکتا ہے، شراب نوشی کے نتیجہ میں یہ نظام معطل ہوجاتا ہے، انجام یہ ہوتا ہے کہ پھر ہر غلط کام سرزد ہوتا ہے۔

شراب دراصل شیطان کا ایک ہتھکنڈہ ہے جو انسان کو اس کی فطرت سلیمہ سے ہٹا دیتا ہے، اسے اشرف المخلوقات کے درجہ سے اسفل السافلین میں پہنچ دیتا ہے، اور اسے حیوانوں سے بھی بدتر وکمتر بنادیتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

إِيَّاكَ وَ الْخَمْرَ، فَإِنْ خَطِيئَتَهَا تَفَرَّعُ الْخَطَايَا، كَمَا أَنْ شَجَرَتَهَا تَفَرَّعُ الشَّجَرَ. (ابن ماجه: ٣٣٧٢)

شراب سے بچو، کیونکہ شراب سے برائیاں اسی طرح پھوٹتی ہیں جیسے درخت سے شاخیں پھوٹتی ہیں۔

مزید فرمایا گیا:

اِنَّ الْخَبَائِثَ جُعِلَتْ فِيْ بَيْتٍ، فَأُغْلِقَ عَلَيْهَا، وَجُعِلَ مِفْتَاحُهَا الْخَمْرَ، فَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَقَعَ فِيْ الْخَبَائِثِ.

(كنز العمال ٥:١٤١)

تمام جرائم ایک مکان میں بند کردیئے گئے، اور شراب کو ان کی کنجی بنادیا گیا، جو شراب پیتا ہے، وہ تمام جرائم میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

منشیات کے استعمال کی لت انسان سے ہر گناہ کرالیتی ہے، قتل، زنا، ظلم، سب وشتم، بدزبانی، فضول گوئی، آبروریزی، دوسروں کی عزت سے کھلواڑ، فحاشی، خباثت، دناءت، رذالت، چوری، رہزنی غرض

کون سا ایسا جرم ہے جو نشے باز سے سرزد نہیں ہوتا؟ جرائم کے واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو آدھے سے زیادہ جرائم نشے کی وجہ سے اور نشے کی حالت میں ہوتے ہیں، مختلف ممالک کے سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر جنسی جرائم اور خواتین کے ساتھ تشدد کے واقعات اسی وجہ سے پیش آتے ہیں، بیشتر ٹریفک حادثات بھی اسی بنیاد پر رونما ہوتے ہیں۔

حضرت ضحاک بن مزاحم سے کسی نشہ کے عادی نے یہ بہانہ کیا تھا کہ اس سے غذا ہضم ہو جاتی ہے، اس پر انہوں نے فرمایا:

اَمَا اِنَّهُ یَهْضِمُ مِنْ دِیْنِکَ وَ عَقْلِکَ اَکْثَرَ. (المستطرف: ٤٧٠)

یہ لت دین اور عقل کو پوری طرح ہضم (ختم) کر دیتی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم سے پوچھا گیا:

مَالَکَ لَا تَشْرَبُ الْخَمْرَ؟

آپ شراب کیوں نہیں پیتے؟

انہوں نے جواب دیا:

لَا اَشْرَبُ مَا یَشْرَبُ عَقْلِیْ. (الخمر وسائر المسکرات:احمد بن حجر: ٣٠)

میں ایسی چیز نہیں پیتا جو میری عقل کو پی جائے۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے یہی سوال کیا گیا کہ جاہلیت میں شراب عام تھی، آپ نے اسی وقت شراب اپنے لئے حرام کیوں کر لی تھی؟ فرمایا:

لِاَنِّی رَأَیْتُ الْکَمَلَةَ یَزِیْدُوْنَ فِیْ عُقُوْلِهِمْ، وَشَارِبُ الْخَمْرِ یَسْعٰی فِیْ زَوَالِ عَقْلِهِ، فَتَرَکْتُهَا لِذَالِکَ. (ایضاً)

میں نے اہل کمال کو دیکھا کہ وہ اپنی عقلوں میں اضافہ کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ شراب نوش خود اپنی عقل ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے، بس اسی لئے میں نے شراب چھوڑ دی۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے دوا کے لئے شراب کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهُ لَیْسَ بِدَوَاءٍ، لٰکِنَّهُ دَاءٌ. (مسلم رقم: ١٩٨٤) شراب دوا نہیں، بلکہ سب سے خطرناک مرض ہے۔

ان نقصانات کے ساتھ قرآنی بیان کے مطابق اللہ کے ذکر اور نماز سے غفلت پیدا ہونا بھی

منشیات کا منحوس اثر ہوتا ہے اور ان کے نتیجے میں ہر خیر سے محرومی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔

حاصل

مذکورہ تفصیلات سے بہ خوبی واضح ہوا کہ شراب ومنشیات کی لعنت:

(۱) دین و مذہب سے بے گانہ کر دیتی ہے، اور دین کو بے حد نقصان پہنچاتی ہے۔ (۲) اخلاق و کردار کو بگاڑ دیتی ہے۔ (۳) عقل وشعور سے بے گانہ کر دیتی ہے۔ (۴) جسم وصحت وقوت کو نا قابل تلافی ضرر پہنچاتی ہے۔ (۵) اولاد کی صحیح تربیت سے محروم اور بگاڑ کی راہوں کا مسافر بناتی ہے۔ (۶) انسان کی کرامت وعظمت کی ردا کو تار تار کر دیتی ہے۔ (۷) انسان کو شیطان کا آلۂ کار بنا کر اللہ کی رحمت سے دور کر دیتی ہے۔ (۸) انسان کو ذلت ورسوائی کے مہیب غار میں ڈھکیل دیتی ہے۔ (۹) مالی اعتبار سے انسان کو مفلوک الحال بنا دیتی ہے۔ (۱۰) خاندانی نظام کو بکھیر دیتی ہے۔ (۱۱) عبادت سے غافل اور معاصی کا عادی بنا دیتی ہے۔ (۱۲) پوری زندگی کو بے سکونی اور بے چینی کی نذر کر دیتی ہے۔

انہیں خطرناک ہمہ جہت نقصانات کے پیش نظر متعدد اہل علم کا یہ قول منقول ہے:

لَأنْ أرَی ابْنِی یَزْنِیْ أوْ یَسْرِقُ أحَبُّ إلَیَّ مِنْ أنْ یَسْکَرَ، یَأتِیْ عَلَیْهِ وَقْتٌ لَایَعْرِفُ اللّٰهَ فِیْهِ. (نضرة النعیم ۱۰/۴۷۰۸)

میری اولاد زنا یا چوری کا جرم کرے، یہ اس کی بہ نسبت بہتر ہے کہ وہ نشہ کی لعنت میں مبتلا ہو جائے اور اس کے روز وشب میں ایسا وقت بھی آئے کہ وہ اللہ کی معرفت سے محروم رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہے:

لَأنْ أزْنِیَ أحَبُّ إلَیَّ مِنْ أنْ أسْکَرَ، وَلَأنْ أسْرِقَ أحَبُّ إلَیَّ مِنْ أنْ أسْکَرَ، لِأنَّ السَّکْرَانَ یَأتِیْ عَلَیْهِ سَاعَةٌ لَایَعْرِفُ فِیْهَا رَبَّهُ. (شعب الایمان للبیهقی / باب فی المطاعم والمشارب: ۱۳/۵)

میں زنا کروں، یہ شراب کی بہ نسبت ہلکی بات ہے، میں چوری کروں یہ بھی شراب کے مقابلہ میں معمولی بات ہے، اس لئے کہ شرابی پر وہ لمحہ ضرور آتا ہے جس میں وہ اپنے رب کو بھی نہیں پہچانتا۔

شراب اور نشے کے ان بے پناہ مضرِ صحت وایمان پہلوؤں کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر

فقہاء نے یہاں تک صراحت کی ہے:

إِذَا كَانَ الرَّجُلُ كُفُؤًا الْمَرأَةِ فِي الْمَالِ وَ الْحَسَبِ، إِلَّا اَنَّهُ يَشْرَبُ الْخَمْرَ الْمُسْكِرَ، لَاتُزَوَّجُ عَنْهُ، لَيْسَ بِكُفُؤٍ لَهَا. (نضرة النعيم ۱۰/۴۷۶۰)

اگر مالی اور خاندانی اعتبار سے کوئی مرد کسی خاتون کا کفو (مساوی) ہو، لیکن وہ شراب کا عادی ہو، تو اسے اس خاتون کا کفو نہیں سمجھا جائے گا، اور اس کی شادی اس سے نہ ہو سکے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے:

مَنْ زَوَّجَ بِنْتَهُ اَوْ وَاحِدَةً مِنْ اَهْلِهِ مِمَّنْ يَشْرَبُ الْخَمْرَ فَكَاَنَّمَا قَادَهَا اِلَى النَّارِ. (كنز العمال ۱۴۱/۵)

جو اپنی بیٹی یا اپنے اہل خانہ میں سے کسی کا نکاح شرابی سے کر دیتا ہے تو گویا وہ اسے جیتے جی جہنم میں ڈھکیل دیتا ہے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ بَعْدَ اَنَّ حَرَّمَهَا اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَى لِسَانِيْ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُزَوَّجَ اِذَا خَطَبَ، وَ لَايُشَفَّعُ اِذَا شَفَعَ، وَلَايُصَدَّقُ اِذَا حَدَّثَ، وَلَايُوْتَمَنُ عَلَى اَمَانَةٍ. (كنز العمال ۱۴۳/۵)

اللہ کی طرف سے میری زبانی شراب کی حرمت آ جانے کے بعد بھی جو شراب پیئے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ ہونا چاہئے کہ وہ پیغام نکاح دے تو پیغام قبول نہ کیا جائے (اپنے اہل خانہ میں کسی سے اس کا نکاح نہ کیا جائے) وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، وہ کچھ کہے تو اسے سچا نہ سمجھا جائے اور کسی امانت کے سلسلہ میں اسے امین نہ سمجھا جائے۔

شراب کے ان گنت نقصانات کی وجہ سے اس کے ناموں میں ایک نام ''الاثم'' بھی ہے، جس کے معنی گناہ کے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ شراب اور گناہ و جرم میں چولی دامن کا ساتھ ہے، عربی شاعر کہتا ہے:

شَرِبْتُ الْاِثْمَ حَتّٰى ضَلَّ عَقْلِيْ ❖ كَذَاكَ الْاِثْمُ يَذْهَبُ بِالْعُقُوْلِ

ترجمہ:- میں نے گناہ کا سرچشمہ یعنی شراب پی، یہاں تک کہ میری عقل ختم ہوگئی، شراب اور گناہ سے اسی طرح عقلیں ختم ہوجایا کرتی ہیں۔ (شعب الایمان: بیہقی: باب فی المطاعم والمشارب: ۱۳/۵)

بعض اہل علم سے منقول ہے کہ شراب ونشہ کا عادی انسان مکمل جانوروں جیسی حرکتیں کرتا ہے:

(۱) یا تو وہ قے کرتا ہے اور خنزیر کی طرح عمل کرتا ہے۔
(۲) یا دوسروں پر ٹوٹ پڑتا اور زخمی کرتا ہے، ایسی صورت میں وہ کتوں جیسا عمل کرتا ہے۔
(۳) یا پھر وہ بندروں کی طرح چھلانگ لگاتا اور رقص کرتا ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: باب فی المطاعم والمشارب: ۱۴/۵)

حضرت حکم بن ہشامؒ نے اپنے پوتے کو جو شراب کا عادی تھا، سمجھاتے ہوئے کہا تھا:
بیٹے: یہ بہت بری بلا ہے، یہ جسمانی اعتبار سے نظام ہضم بگاڑ دیتی ہے، منھ سے قے آتی ہے، دست لگ جاتے ہیں، شرعی اعتبار سے سزا نافذ ہوتی ہے، اور سماجی اعتبار سے اچھا بھلا انسان بچوں کا کھلونا اور مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: باب فی المطاعم والمشارب: ۱۴/۵)

حضرت قیس بن عاصم سے پوچھا گیا کہ آپ نے شراب کیوں چھوڑ دی؟ ان کا جواب تھا:
شراب مال کا ضیاع بھی ہے، بدزبانی کا ذریعہ بھی ہے، اور مروت و شرافت کی قدروں کا خاتمہ بھی ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: باب فی المطاعم والمشارب: ۱۴/۵)

حضرت حسنؒ فرمایا کرتے تھے:

لَوْ كَانَ الْعَقْلُ يُشْتَرَىٰ لَتَغَالَى النَّاسُ فِيْ ثَمَنِهِ، فَالْعَجَبُ مِمَّنْ يَشْتَرِيْ بِمَالِهِ مَا يُفْسِدُهُ. (المستطرف: ۶۰۷)

اگر عقل فروخت ہوتی تو لوگ انتہائی گراں قیمت دیکر اسے خریدتے، بڑا تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو اپنا مال خرچ کر کے وہ چیز خریدتا ہے جو اس کی عقل کو برباد کر ڈالے۔

حضرت ابن ابی اوفی نے اپنی قوم کو شراب سے منع کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے:

اَلاَ يَا لِقَوْمِيْ لَيْسَ فِي الْخَمْرِ رِفْعَةٌ ❖ فَلاَ تَقْرَبُوْا مِنْهَا فَلَسْتُ بِفَاعِلِ
فَإِنِّيْ رَأَيْتُ الْخَمْرَ شَيْنًا وَ لَمْ يَزَلْ ❖ اَخُوْ الْخَمْرِ دَخَّالاً لِشَرِّ الْمَنَازِلِ

ترجمہ:- سنو اے میری قوم کے لوگو: شراب میں کبھی بھی بلندی نہیں مل سکتی، ہرگز اس کے قریب نہ جاؤ، میں کبھی نشہ نہیں کرتا، میں شراب کو بدترین عیب سمجھتا ہوں، شراب نوش بدترین مقام و حال پر پہنچ کر رہتا ہے۔ (ایضاً)

گوشۂ سیرتِ نبویؐ:

پیغمبرانہ دعائیں؛ جو قبول ہوئیں

مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

بارش کی جھڑی لگ گئی

رحمت دو عالم، آقاء نامدار، تاجدار مدینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک میں اللہ نے قبولیت کی ایسی تاثیر رکھی تھی کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر جو مانگ لیا کرتے تھے، چند لمحوں میں اس کے اثرات ظاہر ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہوکر تقریر فرما رہے تھے، دوران تقریر مسجد کے دروازے سے ایک صاحب داخل ہوئے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگے کہ یارسول اللہ! بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے پورے علاقہ کے اندر قحط کی صورت حال بنتی چلی جارہی ہے، ہمارے جانور بھوک کا شکار ہوکر مرنے لگے ہیں، کھانے پینے کے لیے پیداوار نہیں ہورہی ہے، سواریاں ہلاک ہونے کی وجہ سے راستے بند ہوگئے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا فرما دیجیے کہ باری تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرمادیں اور قحط سالی کو خوش حالی میں تبدیل کردیں، حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو سن کر اپنی تقریر کو روک دیا اور دوران خطبہ اللہ سے دعا کرنے لگے ”اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا“ الٰہ العالمین! بارانِ رحمت نازل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کے یہ آثار دیکھے کہ ابھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگ کر اپنے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کرپائے تھے کہ سیاہ بادل آسمان پر چھا گیا، حالانکہ ہمیں دور دور تک کوئی بادل کا ٹکڑا ابھی دکھائی نہیں دے رہا تھا آسمان آئینہ کی طرح صاف تھا اور سامنے کی طرف جس پہاڑی پر ہم تھے، اس کے درمیان میں مکانات بھی نہیں تھے خالی میدان تھا پوری فضا بالکل خشک اور صاف تھی، کہ یکا یک آسمان پر سیاہ بادل چھاگئے اور بارش ہونے لگی اور جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر ختم کرکے نیچے اترے تو آپ کی داڑھی مبارک سے بھی پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، اتنی بارش ہوئی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس میں نہاگئے اور جو صحابہ کرامؓ موجود تھے وہ

بھی نہا گئے بارش ایسی تھی کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''فَلاَ وَاللّٰہِ مَارَأَیْتُ الشَّمْسَ سَبْتًا'' اللہ کی قسم ایک ہفتہ ہم نے سورج کا منھ بھی نہیں دیکھا جو سورج اپنی تمازت، شدت اور اپنی تپش سے حالات کو خشک سالی میں تبدیل کرر ہا تھا اور لوگ بہت پریشان ہو گئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو دعائیہ جملوں کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ماحول کو بالکل بدل کر رکھ دیا اور پورے ہفتہ خوب بارش ہوتی رہی، یہاں تک کہ اگلا جمعہ آیا اور خطبہ دینے کے لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر تشریف لے گئے تو وہی صاحب جو ایک ہفتہ قبل بارش کے لیے دعا کرانے آئے تھے دیکھا کہ پھر داخل ہو رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اتنی بارش ہوگئی ہے کہ یہ ہمارے لیے ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بن رہی ہے، پچھلے ہفتہ صورت حال یہ تھی کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے اور اب صورت حال یہ ہے کہ بارش کے ہونے کی وجہ سے بہتے چلے جا رہے ہیں۔ پریشانی زیادہ ہو رہی ہے۔ اگر آپ دعا فرما دیں اور بارش رک جائے تو بہتر ہوگا ورنہ یہ بارش ہمارے لیے خطرناک ہو جائے گی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلاَ عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَ عَلَی الاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَمَا یُشِیْرُ بِیَدِہٖ إِلٰی نَاحِیَةٍ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰی رَأَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فِیْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ'' (رواہ الشیخان، بخاری، الاستسقاء ۱۳۸/۱ ح: ۱۰۱۴) الہ العالمین! اب ہمارے اردگرد بارش نازل فرما بستی کے اوپر بارش نہ فرما، آس پاس کے جو ٹیلے، جنگلات، غیر آباد علاقے ہیں وہاں بارانِ رحمت نازل فرما۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشارہ اور اس دعا کے بعد جو بادل ایک ہفتہ سے مدینہ پاک کے اوپر برابر سایہ کیے ہوئے تھے اور وہ بدلی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی وہ بادل مدینہ کے اوپر سے چھٹ کر اس طرح صاف ہو گئے کہ جیسے مدینہ منورہ ایک تاج کی حیثیت رکھتا ہو، اس کے آس پاس سیاہ بادلوں کا گھیرا دکھائی دے رہا ہے؛ لیکن مدینہ کا افق بادلوں سے بالکل صاف ہو گیا، دعا کی قبولیت کے یہ آثار صحابہ کرامؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

دشمن پسپا ہو گئے

پیغمبر علیہ السلام کی قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ ہے، غزوۂ حنین کا موقع ہے، حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم جنگی قافلوں کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی میں غزوۂ حنین میں شرکت کے لیے گئے اور جب ہم میدانِ کارزار میں پہنچ گئے تو میں (حضرت سلمہؓ) اپنی سواری کو لے کر پیغمبر علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی سواری سے آگے نکل گیا، مجھے دشمن کا ایک آدمی آتا ہوا دکھائی دیا تو میں نے اس پر تیر چلایا، میرے تیر سے تو وہ بچ نکلا؛ لیکن وہ چھپ گیا تاکہ میں اس کو دوبارہ نشانہ نہ بنا پاؤں، پھر میں نے دوسرے ٹیلے کے اوپر دیکھا کہ صحابہ کرامؓ اور دشمنوں میں مقابلہ ہو رہا ہے، اور بظاہر دشمن غالب ہوتے چلے آرہے ہیں اور صحابہ منتشر دکھائی دے رہے ہیں اور دشمن متحد، کچھ ٹکڑیاں صحابہ کی ادھر ہیں، کچھ ادھر ہیں اور دشمن ایک طرف سے حملہ آور ہیں، اور جن لوگوں پر حملہ کر رہے ہیں ان کو زیر کر رہے ہیں، یہاں تک کہ (حضرت سلمہؓ) فرماتے ہیں کہ میرے اوپر بھی گھبراہٹ طاری ہوگئی اور میں نے اپنے قدم پیچھے کر لیے، یہاں تک میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سرخ اونٹنی کے اوپر بڑے اطمینان کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ آپ نے جب میرے چہرہ پر گھبراہٹ کے آثار دیکھے تو فرمایا: ابن اکوع کوئی خطرہ دیکھ کر گھبرایا ہوا آیا ہے، اس کے کچھ دیر بعد دیکھا کہ دشمنوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی گھیر لیا ہے، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے اردگرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے اور دشمن چاروں طرف سے محاصرہ کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے اطمینان کے ساتھ اپنی اونٹنی سے نیچے اترے اور زمین پر پڑی ہوئی خاک کو اپنی مٹھی میں لیا اور "شَاهَتِ الْوُجُوْه" کہہ کر دشمنوں کی طرف پھینک دیا۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان چہروں کو جو اسلام کے خلاف دشمنی کے اوپر آمادہ ہیں ہلاک و برباد کر دے، ذلیل و رسوا کر دے) حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں افراد پر مشتمل کفار کی جماعت پر وہ ایک مٹھی مٹی پھینکی پھر دنیا نے اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھا کہ ان میں سے ایک بھی فرد ایسا نہیں تھا کہ جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پہنچی ہو، نتیجہ یہ ہوا کہ پورے لشکر میں افراتفری مچ گئی، ان کے جمے ہوئے پیر اُکھڑ گئے اور وہ واپس ہو گئے، میدان صاف ہو گیا۔ (رواہ مسلم: المغازی باب غزوۃ حنین: ۴۶۱۹)

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گویا کہ دشمنوں کا پتہ پانی کر دیا، وہ لشکر جس سے مقابلہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہو رہے تھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دعائیہ جملے نے ان کے قدم کو اکھاڑ دیا، یہ تاثیر اللہ نے اپنے حبیب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں، فریاد میں اور مانگ میں رکھی تھی، اللہ کے حبیب تھے اور جب حبیب اپنے محبوب سے کوئی چیز مانگتا ہے اور درخواست کرتا ہے تو محبّ اس کو رد نہیں کرتا، اس کی پیشکش کو تو یقینی طور پر قبول کرتا ہے۔

خدائی حفاظت کا نظام

ایک مرتبہ ابوجہل مکہ کے سرداروں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو محمد کیا کررہے ہیں، بتوں کو لات وعزیٰ وغیرہ کو ترک کرکے اللہ کے سامنے سجدہ کررہے ہیں، انھوں نے ہماری بڑی توہین کی ہے، جن بتوں کو ہمارے آباء واجداد پوجتے آرہے ہیں، سجدہ کرتے چلے آرہے ہیں، محمد ان کو چھوڑ کر کہیں اور سجدہ کررہے ہیں۔ مکہ کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارنے لگا اور کہنے لگا ''لَئِنْ رَأیْتُ یَفْعَلُ ذٰلِکَ لَأطَئَنَّ عَلٰی رَقَبَتِہٖ'' کہ میں نے عزم کیا ہے کہ اگر محمد کو سجدہ کرتے دیکھا تو ان کا سر کچل دوں گا (نعوذ باللہ) یہ گستاخانہ کلمہ اس نے اپنی زبان سے نکالا، چنانچہ اس نے ایک مرتبہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کی حالت میں پایا۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں راز ونیاز میں مشغول تھے، اس نے اپنے ناپاک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، ابھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ فاصلہ پر تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ اس کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح کررہا ہے جیسے کہ کسی سے اپنے آپ کو بچا رہا ہو۔ ظاہری طور پر کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی، لوگوں کو حیرت ہوئی کہ اس کو یہ کیا ہوگیا ہے، لوگوں نے آکر اس کو گھیر لیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے، اس نے کہا کہ میں نہیں بتا سکتا کہ کیا کیا مناظر میرے سامنے آئے، میں نے جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گستاخی کا ارادہ کیا تو میرے اور محمدؐ کے درمیان ایک گہری خندق کھدی ہوئی دکھائی دے رہی تھی، اس کے پیچھے بڑے زور آور اور طاقتور لوگ دکھائی دیے، اور ایسا محسوس ہوا کہ اگر میں ان کے پاس پہنچ گیا تو یہ میری بوٹی بوٹی کر ڈالیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے الٹے پاؤں آنا پڑا۔

عَنْ أبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ: فَقِيْلَ: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللّٰاتِ وَالْعُزّٰى! لَاِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَأَنَّ عَلٰى رَقْبَتِهٖ، أَوْ لَأُعَفِّرَنَّ وَجْهَهُ فِي التُّرَابِ، قَالَ: فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّي، زَعَمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوجہل بولا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مٹی پر رگڑتے ہیں اور تم کھڑے دیکھا کرتے ہو لوگوں نے کہا ایسا تو ہوتا ہے، اس پر وہ بولا لات اور عزی کی قسم اگر میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھا تو میں اس کی گردن رگڑ دوں گا اتفاق سے ایک بار آپ کو نماز پڑھتے اس نے بھی دیکھ لیا تو اپنے اسی بیہودہ ارادہ سے آگے بڑھا تو

لِيَطَأَ عَلَى رَقَبَتِهِ، قَالَ: فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ يَنْكِصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: مَالَكَ؟ فَقَالَ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلاً وَاجْنِحَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَوْدَنَا مِنِّي لَا خْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْواً عُضْواً. (مسلم شریف ۲۷۹۷)

لوگوں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں وہ اپنے پیروں کے بل پیچھے لوٹ رہا ہے اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ماجرا تھا وہ بولا کہ میرے اور آپؐ کے درمیان ایک خندق نظر آتی ہے جس میں آگ اور طرح طرح کی خوف ناک چیزیں تھیں اور کچھ مخلوق ایسی ہیں جس کے بازو اور پیر ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے ذرا قریب آتا تو فرشتے اس کو اچک کرلے جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتے۔

یہ کس طاقت نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمائی ہے، بظاہر کوئی انسان، کوئی معین و مددگار وہاں آپ کی حفاظت نہیں کر رہا ہے، یہ قدرت کا کرشمہ اور غیبی طاقت ہے، جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر موقع پر حفاظت فرما رہی ہے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو اللہ نے یہ یقین دہانی کرادی تھی کہ ﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدہ آیت ۶۷] اے محمد! آپ تو تبلیغ کرتے رہیے ہمارے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتے رہیے، یہ آپ کا فریضہ اور ذمہ داری ہے، اگر آپ نے تبلیغ نہیں کی تو آپ اپنے کام کو انجام دینے والے قرار نہیں دئے جائیں گے اور جب آپ میدان میں آئیں گے دعوت دیں گے، لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں گے تو آپ کے حاسدین بھی پیدا ہوں گے، دشمن بھی پیدا ہوں گے؛ لیکن آپ ان تمام خطرات سے بے خوف ہو کر ہمارے کام کو کرتے رہیے، دشمنوں کی دشمنی، حاسدین کا حسد اور شر پسندوں کے حملے سے حفاظت کرنا یہ ہمارا کام ہے، اس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا۔ نازک سے نازک موقع پر ظاہری طور پر حضور کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، تو غیبی طاقت آپ کی اس طرح حفاظت فرماتی ہے کہ جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے، حضور پاکؐ سجدہ سے اُٹھے، بتلایا گیا کہ ابوجہل کے ساتھ ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے، وہ آپ پر حملہ کرنا چاہتا تھا اور غیر اختیاری طور پر اس نے اپنے پاؤں پیچھے کھینچ لیے، عجیب منظر اس کے سامنے آیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر ابوجہل اس ارادے سے میرے قریب آجاتا تو اللہ کے فرشتے اس کے عضو عضو کو جدا کر دیتے، اس کے جسم کے ایک ایک حصہ کو الگ کر دیتے۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منفرد اور ممتاز ہیں۔

بندے پر مولیٰ کی مہربانیاں اور کرم نوازیاں

مولانا مفتی محمد اجمل صاحب قاسمی استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، جہاں ہر آنے والے فردِ بشر کی آزمائش ہوتی ہے، حکمت والے رب نے انسان کے امتحان کے لئے اُس کے سامنے دو راستے رکھ دئے ہیں اور اسے اختیار دے دیا ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے، اپنے لئے پسند کرے اور اپنائے، ان دو راہوں میں سے ایک راہ رشد و ہدایت کی ہے، اور دوسری ضلالت و گمراہی کی ہے، بھلائی کی راہ جس پر چل کر انسان دونوں جہاں کی سرخ روئی اور کامیابی کا مستحق ہوتا ہے، اسے حکمت والے پروردگار نے کسی قدر مشکل اور کٹھن بنایا ہے، اس پر چلنا عموماً انسان کو گراں اور شاق معلوم ہوتا ہے، یہ راہ قدم قدم پر اس کی خواہشات سے ٹکراتی ہے، اس کی ہوا و ہوس اور چاہتوں پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتی ہے، اس راہ کی مکمل پیروی ایسے ہی حوصلہ مند انسان کے لئے آسان ہوتی ہے، جس نے اپنی خواہشات اور نفس کے گھوڑے کو خوفِ خدا کی لگام دے رکھی ہو، رب کی مرضی پر اپنی راحتوں اور تمناؤں کو نثار کر دیا ہو، اس کی فکر بلند میں آخرت کی سدا بہار نعمتوں راحتوں اور عیش وعشرت کے سامنے دنیا کی وقتی اور عارضی دل فریبیاں اور دل چسپیاں ہیچ ہوگئی ہوں، بھلائی کی اس راہ کے مقابلے میں برائی کی راہ ہے، جس کی پیروی بندے کو جہنم کے دائمی عذاب اور اللہ کے غصہ کا مستحق بناتی ہے، یہ راہ پہلی راہ کے برعکس بظاہر نہایت پر کشش اور دل فریب ہے، انسان اس کی دل فریبیوں کا اسیر ہے، اس کا نفس بے اختیار اس کی طرف لپکتا اور کھنچتا ہے، اور اس راہ کی پیروی میں لطف ولذت محسوس کرتا ہے، دونوں راہوں کے اس فرق کو ایک حدیث میں بڑے مختصر مگر نہایت ہی جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. (مسند أحمد رقم: ٧٢١٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم لذتوں اور شہوتوں سے گھیر دی گئی ہے، اور جنت سختیوں اور مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔

حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ برے اعمال جو انسان کو جہنم میں پہنچانیوالے ہیں، ان میں

عموماً نفس کی لذت اور شہوت کا بڑا سامان ہے، اور جو اچھے اعمال انسان کو جنت کا مستحق بنانے والے ہیں، وہ عموماً نفس انسانی کے لئے شاق اور گراں ہیں، پس جو شخص نفس کی خواہشات سے مغلوب ہوکر گناہوں کا ارتکاب کرے گا اور ہوا وہوس کے پیچھے دوڑے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور جو شخص اللہ کی فرماں برداری کی مشقتوں کو برداشت کرے گا، اور خواہشات والی خوش گوار اور لذیذ زندگی کے بجائے شریعت کی اتباع واطاعت اور محنت اور مجاہدہ والی زندگی گذارے گا، وہ جنت میں اپنا مقام حاصل کرے گا۔ (ماخوذ از: معارف الحدیث ملخصاً ۱/۲۸۴)

اِسی فرق کو ایک دوسری حدیث میں ایک مثال سے بڑے اچھے انداز سے نمایاں کیا گیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. (صحیح مسلم رقم: ٥٢٥٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

قید خانہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قیدی اپنی زندگی گذارنے میں آزاد نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسروں کے حکم کا پابند ہوتا ہے، جو کھانے کو دیا گیا؛ کھالیا، اور جو پینے کو دیا گیا؛ پی لیا، جہاں بیٹھنے کو کہا گیا؛ بیٹھ گیا، اور جہاں کھڑے ہونے کو کہا گیا؛ کھڑا ہوگیا۔ خلاصہ یہ کہ قید خانہ میں اپنی نہیں چلتی؛ بلکہ چارو ناچار ہر ہر معاملے میں دوسروں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اِس کے برعکس جنت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں جنتیوں کے لئے کوئی قانون کی پابندی نہیں رہے گی، ہر جنتی اپنی مرضی کی زندگی گذارے گا اور ہر خواہش پوری کرنے میں آزاد ہوگا۔ پس اِس حدیث میں مؤمن کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اُسے اپنی من مانی زندگی گذارنے کے بجائے جیل کے قیدی کی طرح ہر حال میں شریعت کے احکام کی پابندی کرنی ہے، جی چاہے نہ چاہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانا ہے، ہمیشہ اپنی مرضی سے چلنا اور من مانی زندگی گذارنا کافرانہ شیوہ ہے، کافر نے اللہ کے احکام کو قبول نہیں کیا، اس لئے وہ آزاد ہے، جو چاہے کرے، جیسے چاہے رہے، اس پر کوئی پابندی نہیں۔ (ماخوذ از: معارف الحدیث ملخصاً ۲/۶۷) اِس تمثیل سے دونوں راہوں کے مزاج کا فرق بخوبی واضح ہوتا ہے۔

پس جو شخص دنیا سے جی لگا بیٹھتا ہے، اور اس کی فانی لذتوں پر راضی اور مطمئن ہوکر ہوا وہوس کی راہ پر چل دیتا ہے، یہاں کے عارضی عیش وآرام کو آخرت کے لازوال عیش پر ترجیح دیتا ہے، تو ایسا شخص اپنے مالک کی طرف سے ہونے والے امتحان میں ناکام رہتا ہے، اور جس کی زندگی کا مقصد آخرت کی کامیابی اور سرخ روئی ہوتی ہے، اور اللہ کا دین جس کا امام اور رہبر ہوتا ہے اور جس کی تمام آرزوئیں اور چاہتیں شریعت کے تابع ہوکر انجام پاتی ہیں، جن خواہشات کو شریعت نے حلال قرار دیا اُن کو رب کا عطیہ

سمجھ کر شریعت کے دائرے میں رہ کر پوری کرتا ہے، اور جن خواہشات کو حرام قرار دیا گیا، نفس کو ان سے باز رکھتا ہے، تو ایسا شخص اپنے رب کی طرف سے ہونے والے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام مسائل میں اور ہر ہر موڑ پر آدمی کے سامنے دو راہیں ہوتی ہیں: رب کی راہ اور نفس کی راہ۔ آدمی اگر پہلی راہ اختیار کرتا ہے تو کامیاب رہتا ہے، اور دوسری راہ پر چل پڑتا ہے تو ناکام ہو جاتا ہے، پس رب کی طرف سے بندے کا امتحان ہر وقت جاری ہے، اور ہر انسان کبھی کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ناکام، اور آخر میں نتیجہ اکثر کے تابع ہے، اگر اکثر میں کامیاب ہے تو کامیاب، اور اگر اکثر میں ناکام ہے تو ناکام۔

واقعہ یہ ہے کہ مولیٰ کی طرف سے بندے کا یہ امتحان ایک مشکل ترین امتحان ہے، اور اس امتحان میں مکمل کامیابی سے بہرہ ور ہونا بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہے، اور اِدھر بندے کا یہ حال ہے کہ اس کا پورا وجود کمزوریوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ ناعاقبت اندیش ہے، اس کے رب نے اسے ''جہول'' یعنی (نادان) بتایا ہے، وہ کمزور ہے اس کے رب نے اس کی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ فرمایا ہے کہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ شریعت کے احکام کی پیروی میں پیش آنے والی مشقتوں پر صبر اور نفس کے تقاضوں کی قربانی جسم و جثّہ کے ساتھ عزم و ارادے کے بھی کمزور وجود کے لئے آسان کام نہیں ہے، پھر اس کے مزاج میں بے پناہ عجلت پسندی بھی ہے، اس کے رب نے فرمایا: ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ (انسان کا خمیر تو عجلت پسندی سے اُٹھا ہوا ہے) اور جب عجلت پسندی اس کی طبیعت میں اس طرح غالب ہے تو لازماً وہ حاضر اور نقد سودے کو ترجیح دے گا، اور آنکھوں سے اوجھل اور ادھار نفع کے حصول کے لئے نقد کی قربانی دینا اُس کے لئے آسان نہ ہوگا، پھر ان سب پر مستزاد یہ ہے کہ اس کے ساتھ نفس اور شیطان بھی لگے ہوئے ہیں، جو اسے گناہوں میں طرح طرح کی خوشنمائی اور اِفادیت کے پہلو دکھا کر گناہوں کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اور بندہ نفس کے تقاضوں سے مجبور ہو کر نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اب اگر اس سخت امتحان میں قدم قدم پر اللہ کی طرف سے دستگیری نہ ہو، عفو و درگذر کا معاملہ نہ ہو، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بیچارے انسان کے پاس یا تو نیکیوں کا ذخیرہ سرے سے ہوگا ہی نہیں، یا اگر ہوگا تو برائیوں کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہوگا، اور بندہ امتحان میں ناکام ہو کر جنت سے محروم ہو جائے گا اور جہنم کا مستحق ٹھہرے گا۔

حکیم رب نے اپنے سچے اور جھوٹے، پاک اور گندے بندوں کو الگ کرنے اور کھرے کو کھوٹے اور مخلص کو ڈھونگی سے چھانٹنے کے لئے امتحان کا معیار سخت رکھا ہے؛ تاکہ جو وفاداری میں سچا ہو وہی کامیاب ہو اور زبانی جمع خرچ کرنے والے ہرگز کامیاب نہ ہوں، اور ایسا کرنا ہی اس حکیم کی حکمت کا تقاضہ تھا؛ لیکن

دوسری طرف وہ کریم بھی ہے، اپنے بندوں کی کمزوریوں سے باخبر ہے؛ لٰہذا جہاں حکیم کی حکمت نے امتحان کا معیار سخت رکھا ہے، وہیں کریم کی کرم نوازیوں اور رحیم کی رحمت بے کراں نے بندے کی کمزوریوں پر رحم کرتے ہوئے ایسے انتظامات کئے ہیں کہ بندہ اگر ان سے فائدہ اٹھائے تو وہ ہر لمحہ اپنی ناکامیوں کو کامرانیوں میں تبدیل کرسکتا ہے، اور اپنی محرومی اور خسران کو فتح مندیوں میں بدل سکتا ہے، اور اپنی برائیوں اور گناہوں کے طومار کو مٹا کر اپنی نیکیوں کے ذخیرے کو بڑھا سکتا ہے، شفیق پروردگار نے اس سلسلہ میں ایک انتظام تو یہ کیا ہے کہ اس نے اپنے کمزور اور مجرم اور خطا کار بندے کے لئے توبہ واستغفار کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا ہے، بندہ کیسا ہی قصوروار ہو، کتنے ہی گناہ کرڈالے، اس کے گناہ بادلوں کو چھونے لگیں، صحراء کے ذرات اس کی گنتی کے لئے ناکافی ہوجائیں، بندے کی طرف اپنے رحیم وکریم رب کے حضور میں شرمندگی اور ندامت کا ایک آنسو گناہوں کے سارے طومار کو ڈھادینے اور اس کی ساری سیاہی کو دھل دینے کے لئے کافی ہے، دم بھر میں گناہوں کی سیاہی سے کالے نامۂ اعمال کے صفحات اجلے ہوجاتے ہیں، اور پہاڑ جیسی برائیاں رائی بھی نہیں رہ جاتیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ عَلىٰ مَا کَانَ فِيْکَ، وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّکَ لَقِيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِکُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. (سنن الترمذي رقم: ٣٤٦٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرزند آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور آس لگائے رہے گا تو میں تجھ میں جو بھی گناہ ہوں گے بخش دوں گا، اور مجھے کوئی پروا نہ ہوگی۔ اے فرزند آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں سے لگ جائیں اور تو مجھ سے ان گناہوں کی معافی مانگ لے تو میں تیرے یہ گناہ بھی بخش دوں گا، اور مجھے کوئی پروانہ ہوگی۔ اے فرزند آدم! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ پوری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہو اور تو شرک نہ کرتا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر کر مغفرت لے کر آؤں گا۔

اِنسان چوں کہ ہوا وہوس کا متوالا اور نفس وشیطان کا اسیر ہے، اس لئے اس سے قدم قدم پر گناہ ہوتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندے کے ضعف پر کرم کرتے ہوئے اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے، بندہ اللہ تعالیٰ کے اس کرم کی ذرا قدر کرلے تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ رہ ہی نہیں جائیں گے، نیکیاں ہی رہ جائیں گیں خواہ کم ہوں مگر پھر بھی وہ برائیوں سے زیادہ ہوں گی۔

بندے کی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور حسنات کو بڑھانے کا ایک دوسرا اہم انتظام اللہ تعالیٰ نے یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی وبدی کی حیثیت میں ایک زبردست فرق رکھا ہے، چناں چہ گناہ کی حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک کا ایک ہی لکھا جاتا ہے، اور نیکی کے سلسلہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ معیار یہ ہے کہ ایک نیکی دس شمار ہوتی ہے، چناں چہ ارشادِ باری ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا. (الانعام: ۱۶۰)

جو شخص اچھائی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس جیسی دس ہوں گی، اور جو برائی لے کر آئے گا تو بدلے میں اسی جیسی برائی پائے گا۔

یہ تو ادنی درجہ ہے جس کے ملنے کی شرط صرف اتنی سی ہے کہ وہ عمل بس ظاہری وباطنی اعتبار سے صحیح ہو جائے، اور اس سے آگے آدمی کا اخلاص اور جذبہ رضاء الٰہی جس قدر رفزوں ہوتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں نیکی کی قدر وقیمت اور اس کا ثواب اسی کے بقدر بڑھتا چلا جاتا ہے، چناں چہ دس سے آگے بڑھ کر سات سو گنا تک پہنچ جاتا ہے، اور کسی کسی کو تو اللہ تعالیٰ بلاحساب اور بے شمار دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَآءُ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (البقرۃ: ۲۶۱)

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانہ کی طرح ہے، جس سے سات بالیاں اُگیں، ہر بالی میں سو دانے اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے، اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

نیکی اور برائی کی حیثیت میں سابقہ فرق نہایت معقول اور حکمت پر مبنی ہے، برائی کا ایک بڑا محرک خود انسان کے اندر نفس کی شکل میں موجود ہے، اور دوسرا خارجی محرک شیطان کی شکل میں ہے، خواہشات نفس کو فطری طور پر مرغوب ہیں اور پھر شیطان اس میں مزید تزئین کاری کرتا ہے، اور معصیت میں طرح طرح کی خوشنمائی کے پہلو دکھاتا ہے، اب اگر انسان گناہوں کی طرف ڈھلک جاتا ہے تو وہ کسی نہ کسی درجہ میں اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے؛ لہٰذا انسان کی کمزوری کے پیش نظر برائی ایک کی ایک ہی شمار ہوتی ہے، اس کے برعکس نیکی کا داعیہ عموماً انسان میں کمزور ہوتا ہے، نیکی کو انجام دینے میں اپنے نفس اور شیطان دونوں سے جہاد کرنا پڑتا ہے، اور یہ کام عزم وارادہ کی پختگی اور اس سے آگے بڑھ کر اخلاص وللّٰہیت کی فراوانی اور رضائے الٰہی کی طلب کے جذبہ صادق کے بعد ہی آسان ہوتا ہے، پس نیکی چوں کہ مشقت اور قربانی کے نتیجے میں وجود میں آتی ہے، اس لئے اجرت بقدر مشقت کے ضابطے کے تحت نیکی کی قدر وقیمت زیادہ ہوتی ہے، اور اخلاص جس قدر بڑھتا جاتا ہے، نیکی کی قدر وقیمت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ (جاری)

شبِ برأت: حقائق کے آئینہ میں

مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی وادیٔ مصطفیٰ شاہین نگر، حیدرآباد

شعبان کا مہینہ یہ ہجری تقویم کا آٹھواں مہینہ ہے، یہ مہینہ نہایت متبرک اور فضائل کا حامل مہینہ ہے، اس مہینے کی فضیلت واہمیت اور اس کی بلندی اور شرف وعظمت کو بتلانے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مہینے کو اپنی جانب منسوب کرنا ہی کافی ہے، اس مہینے کی عظمت اور تقدس کا ذکر کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ عزوجل کا مہینہ ہے''۔ (کنز العمال حدیث: ۳۵۱۷)

اس ماہ مقدس کو شعبان اس لیے کہا جاتا ہے کہ رمضان کی آمد اور استقبال کے موقع سے اس مہینے میں خیر وبرکت ہر چہار جانب پھیلا دی جاتی ہے، ''شعب'' کے معنی ہیں ''پھوٹنا'' چونکہ خیر وبرکت کا سرچشمہ اس مہینے میں پھوٹ پڑتا ہے، اس مناسبت سے اس ماہ کا نام شعبان رکھا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ماہ شعبان کی وجہ تسمیہ کے تعلق سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کیا تمہیں پتہ ہے کہ ماہ شعبان کا نام شعبان کیوں پڑا؟'' تو صحابہ نے حسبِ معمول فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چونکہ ماہ رمضان کی آمد کے موقع سے ماہ شعبان ہی سے خیر وبرکت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے''۔ (الامالی للشجری، حدیث: ۱۸۸۵)

پندرہویں شب کی فضیلت

ویسے تو شعبان کا سارا مہینہ فضیلت وبرکت کا حامل ہے لیکن پندرہویں شب خصوصیت سے اہمیت وعظمت کی حامل ہے، اس امت محمدیہ پر اللہ عزوجل کے بے پایاں احسانات وانعامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس امت کو گرچہ دیگر امم کے مقابل کم عمر عنایت کی؛ لیکن اس کی پابجائی اور تلافی یوں کی ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کے خصوصی مواقع فضیلت واہمیت کی حامل راتیں اور ایام ومہینے عطا کیے ہیں جس سے وہ مختصر سے وقت میں اپنے لیے بے شمار نیکیوں کا ذخیرہ کرسکتی ہیں، انہیں دعاؤں اور

اعمال کی قبولیت واجابت کی راتوں میں سے ایک شب برأت بھی ہے، علامہ قرطبی نے اس کے دیگر تین نام اور ذکر کیے ہیں: ''لیلة المبارکه'' ''لیلة الصک'' ''لیلة القدر''۔(تفسیر القرطبی:۱۶/۱۲۷)

اس مبارک اور محترم رات کا ذکر کتاب وسنت ہر دو میں آیا ہے، سورۂ دخان کی آیت نمبر۳ میں مذکور ''لیلة مبارکه'' کی تفسیر حضرت عکرمہؒ نے ''لیلة البراءة'' (شب برأت سے کی ہے۔(تفسیر بغوی ۴/۱۷۳)

لیکن تفسیر مظہری میں ہے کہ ابوالضحیٰ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں ''اللہ عزوجل سارے فیصلے تو نصف شعبان میں ہی فرمادیتے ہیں لیکن شب قدر میں یہ فیصلے امور سے متعلق فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔(تفسیر مظہری ۸/۳۶۸)

عطا اور داد ودہش کی رات

یوں تو اللہ عزوجل کی عطا اور بخشش کا حال کیا پوچھنا؟ یہ ہر دم رواں رہتی ہے بس بندے کی تھوڑی سی توجہ اور التفات کی طالب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا پڑا ہے، اس کے جود وسخا اور داد ودہش کے خزانے اگر وہ سب کو دے تب بھی اس میں کمی نہیں آئے گی، یوں سمجھئے جیسے سمندر میں کوئی انگلی ڈال کر باہر نکالے پھر وہ دیکھے کہ اس کی انگلی میں سمندر کے پانی کا کتنا حصہ ہوتا ہے۔

لیکن اس رات عطائے خداوندی اور نوازش ایزدی کا بھی عجیب حال ہوجاتا ہے جس میں خود خدائی دینے اور نچھاور کرنے پر آتی ہے، اس رات مانگنے والے کا ہاتھ تو تھک سکتا ہے مگر دینے والا بغیر تھکاوٹ کے پوری فراخی اور کشادگی کے ساتھ دیتا جاتا ہے، ہر ضرورت کی تکمیل کی جاتی ہے، اس رات غروب آفتاب سے طلوع فجر تک مسلسل یہ ندا لگائی جاتی ہے: ''آگاہ ہوجاؤ'' کوئی ہے طلب گارِ مغفرت کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی طالبِ رزق: کہ میں اس کو رزق عطا کروں، ہے کوئی مبتلائے مصیبت، کہ میں اس کو عافیت بخشوں؟ اور اس طرح دیگر امور کی بابت فرماتے ہیں تاآنکہ صبح طلوع ہوجائے۔(سنن ابن ماجہ، عن علی، باب ماجاء، فی لیلۃ النصف من شعبان، حدیث:۱۳۸۸)

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ ''ہے کوئی طلب گار توبہ کہ اس کی توبہ کو شرف قبولیت بخشا جائے، ہے کوئی قرض دار کہ اس کی قرض کی ادائیگی کا سامان کیا جائے۔(الامالی للشجری، حدیث:۱۸۸۶)

ان احادیث سے پتہ چلا کہ اس رات میں رحمت خداوندی بغیر کسی خصوص اور امتیاز کے ہر شخص کی جانب متوجہ ہوتی ہے، اس کی عطا اور نوازش کا دروازہ ہر خاص وعام کے لیے کھلا ہوتا ہے، دعاؤں، آہ

وزاری اور توجہ الی اللہ کے ساتھ ہر شخص کو اپنی ضروریات وحاجات اس عظیم داتا کے سامنے رکھنا چاہیے جو آج عام دنوں کے مقابل غروب آفتاب ہی سے اپنی عطا اور نوازش کے در کھولے ہوا ہے۔

عام معافی اور مغفرت کی رات ہے

رات میں عطائے خداوندی کا عمومی موقع ہوتا ہے، ہر شخص کو بلا امتیاز اور خصوص کے عطا کیا جاتا ہے، اسی طرح ہر شخص کی عام مغفرت کا بھی اعلان ہوتا ہے، اس مبارک ومسعود گھڑی اور موقع کی مناسبت سے ہر شخص کو توبہ واستغفار دعاء ومناجات کے ذریعہ اپنے گناہوں کے بخشوانے اور اپنی مغفرت کا سامان کرنا چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عام معافی اور بخشش کو مثال کے ذریعے یوں سمجھایا کہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی مقدار میں لوگوں کی بخشش ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پندرہویں شعبان کو اللہ عز وجل آسمان دنیا میں نزول فرماتے ہیں اور بنوکلب کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ترمذی، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان: حدیث ۷۳۹)

بنوکلب کی بھیڑوں اور بکریوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب میں اس قبیلے سے بڑھ کر کسی کے یہاں بکریاں نہیں تھیں۔

اس رات کے محروم لوگ

عمومی عطا اور بخشش کے موقع سے اگر کوئی محروم ہو جائے تو اس سے بڑا محروم کوئی نہیں ہوسکتا، جس موقع پر بغیر کسی امتیاز کے ہر شخص کو دیا جارہا ہے اور بے پناہ اور بے پایاں دیا جارہا ہے، مجرموں اور بدمعاشوں کے لیے پروانہ خلاصی اور چھٹکارا عطا کیا جارہا ہے، اس موقع سے معدودے چند لوگوں کو ان کے مخصوص اعمال بد اور خاص مجرمانہ پس منظر کی وجہ سے اس عمومی عطا اور مغفرت اور بخشش کے موقع سے استفادہ سے مستثنیٰ کیا گیا تو ان کی ذلت اور رسوائی کا کیا کہنا؟

یہی کچھ صورتِ حال شب برأت کو سب سے بڑے داتا اور سب سے بڑے بخشنے والے کی جانب سے چند ایک محروم القسمت، بدقماشوں کبائر کے مرتکب اور حدود اللہ کے پھاندنے والوں کی ہوتی ہے، جو اس عمومی عطا اور مغفرت کی رات میں بھی خالی اور تہی دامن ہوتے ہیں، ان میں مختلف روایتوں کے

بموجب یہ ہیں: (۱) مشرک (۲) کینہ پرور (۳) چغل خور (۴) زانی (۵) والدین کا نافرمان (۶) سود کھانے والا (۷) شرابی (۸) کاہن (۹) ذخیرہ اندوزی کرنے والا۔ (شعب الایمان، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان، حدیث ۳۵۵، فضائل الاوقات بیہقی، حدیث ۲۷)

سال بھر کے تقدیری فیصلے طے ہوتے ہیں

اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں سال بھر کے فیصلے طئے کردیے جاتے ہیں، لوگوں کے رزق، موت وحیات، غنا وفقر، عزت وذلت اور حاجیوں کی تعداد وغیرہ سارے امور طئے ہوتے ہیں پھر اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

حضرت عکرمہؒ، ابن عباسؓ سے اللہ عزوجل کے ارشاد ﴿فیھا یفرق کل امر حکیم﴾ کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس میں ہر محکمہ معاملے سے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے'' (الدخان:۴) کہ اس سے مراد پندرہویں شعبان کی شب ہے، اس میں اللہ عزوجل پورے سال کے معاملات طئے کرتے ہیں، زندگی اور موت کے فیصلے کیے جاتے ہیں، حجاج کرام کی فہرست تیار کی جاتی ہے، اس میں پھر کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔
(الامالی للشجری، فضل الیلۃ النصف من شعبان، حدیث ۱۸۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شعبان میں بکثرت روزے کیوں رکھا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مہینہ مرنے والوں، جن کی روحیں قبض کی جائیں گی، ان کی فہرست کی تیاری کا مہینہ ہوتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرا نام اس فہرست میں روزے کی حالت میں لکھا جائے۔ (الامالی: حدیث:۱۹۸)

ابن ابی الدنیا نے عطاء بن یسارؒ سے نقل کیا ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کے حوالے کی جاتی ہے اور اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس فہرست میں درج ہیں ان کی روحیں قبض کرلی جائیں، بندہ نکاح کرتا ہوتا ہے، گھر بناتا ہوتا ہے، اس کی تزئین وآرائش کرتا ہوتا ہے اور اس کا نام مردوں کی فہرست میں درج ہوچکا ہوتا ہے، اس لیے پورے شعبان کے مہینے اور خصوصاً پندرہویں شب کو عبادت اور اذکار، تلاوت قرآن میں گذارنا چاہیے؛ تاکہ جس وقت ہمارے تعلق سے فیصلے کیے جارہے ہوں تو ہم اللہ کی عبادت اور اطاعت میں مصروف ہوں۔

اِس رات کی عبادتیں

اس رات کے خصوصی اعمال میں سے اس رات کی عبادت بھی ہے، نبی کریم ﷺ بھی اس رات کو عبادت میں گذارتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اس رات اس قدر لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح تو قبض نہیں ہوگئی پھر جب میں نے آپ ﷺ کے پیروں پر ہاتھ رکھا تو مجھے آپ ﷺ کی زندگی اور حیات کا یقین ہوا اور مجھے خوشی ہوئی۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں اس کثرت سے عبادت کا معمول تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی اس رات کو عبادت کی تلقین کی ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس رات کو عبادت میں گزارو۔''

عبادت کی ایک شکل دعاء بھی ہے بلکہ دعاء عبادت کا مغز ہے، اس لئے اس شب میں خصوصاً دعاؤں کا خوب اہتمام ہو، اپنی ضروریات اور حاجات کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کرکے ان کی تکمیل کی جائے، کشادگی رزق، عافیت ومغفرت کی دعائیں کی جائیں۔ اس رات میں رحمت خداوندی خوب جوش میں ہوتی ہے اور دعائیں خوب مقبول ہوتی ہیں، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس شب کو سجدے کی حالت میں یہ دعاء مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں آپ کی خوشنودی کے ذریعہ آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، اور اے اللہ! میں آپ کی معافی کے ذریعہ آپ کی سزا سے پناہ چاہتا ہوں، اور آپ سے آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کی ذات بڑی بزرگی والی ہے، اے اللہ! آپ کی تعریف کا احاطہ اور شمار نہیں کیا جاسکتا، آپ کی شان وہی ہے جو آپ نے خود بیان فرمائی''۔ (شعب الایمان: ۳۶۳)

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں پندرہویں شب کا جاگنا مستحب ہے چونکہ یہ رات بہت سارے فضائل ومناقب والی رات ہے، اس میں قیام کا مطلب یہ ہے کہ رات کا بیشتر حصہ طاعات، عبادات، واذکار، قرأت قرآن، تسبیحات، درود وغیرہ پڑھنے میں گذارا جائے، اس لیے اس رات میں بغیر کسی اہتمام کے انفرادی طور پر اپنے گھر یا مسجد میں عبادت کی جائے۔

بیہقی کی اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان جانا اور حضرت عائشہؓ کا آپ کی تلاش میں قبرستان پہنچنا اور آپ کو وہاں مرحومین اور شہداء کے لیے دعائے مغفرت میں مصروف پانا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رات میں بغیر کسی خاص اہتمام کے زیارت قبور افضل ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۲۷/۵)

پندرہویں شعبان کا روزہ

آپ ﷺ کا معمول شعبان میں روزہ رکھنے کا تھا اور آپ ﷺ نے اس ماہ میں روزہ رکھنے کی تلقین کی ہے؛ لیکن آپ ﷺ نے پندرہویں شعبان کے روزے کی صراحت کی ہے چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتو رات میں عبادت کرو اور صبح کو روزہ رکھو۔ اس روایت کے بموجب اس تاریخ کو خصوصیت سے روزہ کا استحباب معلوم ہوتا ہے؛ البتہ یوں کہا جائے کہ اس کے ساتھ تیرہ اور چودہ کا بھی روزہ رکھ لیا جائے کہ یہ ایام بیض ہیں، اس طرح ایام بیض کے روزوں کی سنت بھی حاصل ہو جائے گی۔

شب ِبرأت کی شرعی حیثیت

مجموعی روایات سے پتہ چلا کہ ماہ شعبان خصوصاً اس کی پندرہویں شب، فضیلت واہمیت کی حامل ہے، شب ِبرأت کو بے بنیاد کہنا یہ خود بے بنیاد بات ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری شب ِبرأت سے متعلق مجموعی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، یہ احادیث مجموعی اعتبار سے ان لوگوں کے خلاف حجت ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ پندرہویں شعبان کی فضیلت کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں۔ اور مولانا البانی فرماتے ہیں جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات سے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں، ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی نے یہ بات کہی ہے تو وہ جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیۃ ۳/۲۲۸)

غلط رسومات

جہاں بھی کوئی کار خیر انجام پاتا ہے تو شیطان کو بھلا نہیں لگتا، وہ وہاں اپنا حصہ بھی ضرور لگانا چاہتا ہے اور چونکہ بدعات ورسومات کو آدمی عبادت سمجھ کر کرتا ہے، اسلئے اس راہ میں اس کو انسان پر قابو پانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ جہاں بدعات در آتی ہیں وہاں حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں، اس رات میں بڑوں کی عید کے نام سے عورتیں بجائے عبادتوں کے حلوے کے علاوہ انواع واقسام کے کھانوں کی تیاری میں نظر آتی ہیں، لڑکے شب بیداری اور جاگنے کے نام پر سڑکوں پر مٹر گشتی، لہو ولعب، آتش بازی، مزاح ومذاق اور گپ شپ میں مصروف نظر آتے ہیں اور طرہ یہ کہ وہ اسی کو شب بیداری باور کرتے ہیں، اللہ عزوجل ہمیں اس شب کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصور پوری

تعلیقِ طلاق کے مسائل

کہا ''بیوی کی اِجازت کے بغیر نکاح کروں تو اُس پر طلاق'' پھر اُس بیوی کو طلاق دے کر بلا اِجازت دوسرا نکاح کرلیا

اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو جس سے نکاح کروں اسے طلاق''، پھر موجودہ بیوی کو طلاق دے کر نکاح سے الگ کردیا، اس کے بعد مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر کسی دوسری عورت سے نکاح کیا تو نکاح کرتے ہی دوسری بیوی پر طلاق پڑ جائے گی؛ اس لئے کہ پہلی بیوی سے عدم اجازت کو اس کے منکوحہ ہونے کی حالت پر معلق نہیں کیا؛ بلکہ نفس اجازت پر معلق کیا تھا اور اس سے اجازت لئے بغیر نکاح کرنا پایا گیا؛ لٰہذا دوسری بیوی پر بلاشبہ طلاق پڑ جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷۳)

لو قال لامرأته كل امرأة أتزوجها بغير إذنك فطالق، فطلق امرأته طلاقاً بائناً أو ثلاثاً ثم تزوج بغير إذنها فطلقت؛ لأنه لم يتقيد يمينه ببقاء النكاح. (شامي / باب اليمين في الضرب ۳/۸۸)

نکاح سے پہلے کی تعلیق لغو ہے

اگر کسی نے نکاح سے قبل کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ ''اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق'' پھر اسی سے اس نے نکاح کرلیا، اس کے بعد منکوحہ نے وہ کام کیا تو اُس کام کو انجام دینے سے اُس منکوحہ عورت پر کوئی طلاق نہیں پڑے گی؛ کیوں کہ نکاح سے پہلے کی مذکورہ تعلیق لغو ہے۔

فلغا قوله لأجنبية إن زرت زيداً فأنت طالق فنكحها فزارت؛ لأن شرطه أي شرط لزوم التعليق الملك كقوله لمنكوحته أو معتدته إن ذهبت فأنت طالق، أو الإضافة إليه أي الملك. (الدر المختار مع الشامي ٤/٥٩٣ زكريا، مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۰/٦۰)

کہا: ''اگر تم نے فلاں کام نہ کیا تو طلاق دے دوں گا''

بیوی سے کہا کہ ''اگر تم نے فلاں کام نہ کیا تو طلاق دے دوں گا''۔ پھر بیوی نے فلاں کام نہیں کیا تو اُس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ شوہر نے طلاق دینے کی دھمکی دی تھی اور محض دھمکی دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

أنا أطلق نفسي لم يقع لأنها وعد. (الدر المختار مع الشامي / باب التفويض ۶۵۷/۲، مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۵۱/۱۰)

کہا ''اگر تو نے نامحرم کو چہرا دکھایا تو تجھے طلاق''

بیوی سے کہا کہ اگر تو نے نامحرم کو چہرہ دکھایا تو تجھے طلاق، پھر دھوکہ سے بیوی کے قصد وارادہ کے بغیر کسی غیر محرم نے تانک جھانک کر بیوی کا چہرہ دیکھ لیا تو چوں کہ از خود بیوی کی طرف سے دکھانا نہیں پایا گیا؛ لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ولو قال لها: إن كشفت وجهك على غير محرم فأنت طالق، فرأها غير المحرم من غير قصدها بأن سترت في الكن، فاطلع عليها رجل لا يحنث. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الإيمان ۶۱۳/٤ كراچی، بزازية على هامش الفتاویٰ الهندية ۳٤٥/٤)

کہا ''اگر میں بیوی کو ماروں تو اُسے طلاق''

کہا کہ ''اگر میں بیوی کو ماروں پیٹوں تو اسے طلاق''، تو جب بھی مارنا پیٹنا پایا جائے گا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۱/۱۳)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (الهداية ۳۸۵/۲، الفتاویٰ الهندية ٤۲۰/۱، تبيين الحقائق ۱۰۹/۳، البحر الرائق ٥/٤)

اگر میں نے آج اپنا قرض ادا نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق

کسی شخص نے قسم کھائی کہ ''اگر میں نے آج اپنا قرض ادا نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق''، پھر وہ قرضہ ادا کرنے سے عاجز ہوگیا یا قرض خواہ غائب ہوگیا اور پورے دن قرض ادا نہ کرسکا تو شرعاً اس کی بیوی پر

طلاق واقع ہوجائے گی؛اس لئے کہ طلاق کی شرط یعنی قرض ادا نہ کرنے کا تحقق ہوگیا۔

ومفاده الحنث فيمن حلف ليُؤَدِّيَنَّ اليوم دينه فعجز لفقره وفقد من يقرضه خلافاً لما بحثه في البحر (الدر المختار) وفي الشامي: أي لأن شرط الحنث فيه عدمي وهو عدم الأداء والمحل وهو الحالف باقٍ. (الدر المختار مع الشامي ۳۸۳/۳ كراچی)

’’جب تک میں تجھ سے شادی نہ کروں تو جس سے بھی نکاح کروں اُسے طلاق‘‘

کسی شخص نے ایک عورت سے کہا کہ ’’جب تک تجھ سے شادی نہ کروں تو جس سے بھی نکاح کروں اسے طلاق‘‘، پھر وہ متعینہ عورت بھاگ گئی یا مرگئی، تو اگر اس عورت کے مرنے کے بعد دوسری شادی کی تو نئی بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی، اور اگر اس کی غیوبت کی حالت میں شادی کی تو چوں کہ اس کا مل جانا اور اس سے نکاح کرنا ممکن ہے، اس لئے اس کی عدم موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح کرتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

ولو قال كل امرأة أتزوجها ما لم أتزوج فاطمة فهي طالق، فماتت فاطمة أو غابت فتزوج غيرها، طلقت في الغيبة، ولا تطلق في الموت. (الفتاویٰ الهندية ۴۱۹/۱)

کسی عورت سے کہا کہ ’’اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق‘‘

کسی اجنبی عورت سے کہا کہ ’’اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق‘‘ تو اُس سے نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی۔

أو الإضافة إليه أي الملك الحقيقي كإن نكحت امرأة أو إن نكحتك فأنت طالق، وكذا كل امرأة. (الدر المختار مع الشامي ۵۹۳/۴-۵۹۴ زكريا)

طلاقِ معلق میں شرط کے متحقق ہوتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی

طلاق معلق میں شرط کے پائے جاتے ہی فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، مثلاً بیوی سے کہا کہ ’’اگر

تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق‘‘ تو گھر میں قدم رکھتے ہی فوراً طلاق واقع ہوجائے گی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (الهداية ۳۸۵/۲، الفتاوىٰ الهندية ۴۲۰/۱، الدر المختار مع الشامي ۳۵۵/۳ كراچی)

حیض آنے پر طلاق کو معلق کرنا

اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ ’’اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق‘‘، پھر اس نے خون دیکھا، تو ابھی سے طلاق کا حکم نہیں لگے گا؛ بلکہ جب تین دن رات مکمل خون آتا رہے گا، تو اب طلاق کا حکم لگے گا کہ جس دن پہلی مرتبہ خون دیکھا تھا اسی وقت طلاق پڑ گئی تھی، اور اگر یہ کہا کہ ’’جب تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھے طلاق‘‘، تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔ (مسائل بہشتی زیور ۵۲۸/۱ کراچی)

کہا ’’جس دن تجھ سے نکاح کروں تجھے طلاق‘‘ پھر رات کو نکاح کرلیا

کسی نے یہ کہا کہ ’’جس دن تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق‘‘، پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ جائے گی؛ کیوں کہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس وقت بھی (دن رات میں) تجھ سے نکاح کروں تجھے طلاق؛ لہٰذا رات میں نکاح کرنے سے بھی طلاق ہوجائے گی۔ (مسائل بہشتی زیور ۵۲۸/۱ کراچی)

روزہ رکھنے پر طلاق کو معلق کرنا

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ ’’اگر تو روزہ رکھے تو تجھے طلاق‘‘، تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ جائے گی؛ البتہ اگر یہ کہا کہ ’’اگر تو ایک روزہ رکھے یا دن بھر کا روزہ رکھے تو تجھے طلاق‘‘، تو روزہ کے ختم پر اُسے طلاق پڑے گی، اگر افطار سے پہلے پہلے روزہ توڑ دے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ (مسائل بہشتی زیور ۵۲۸/۱ کراچی)

فہرست محصلین حضرات ومقامات وصولیابی بابت رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

امسال وصولیابی کیلئے درج ذیل حضرات کے اسفار کا پروگرام بنایا گیا ہے تمام ہی حضرات سے تعاون کی اپیل ہے

اسماء حضرات محصلین:	مقامات :
جناب مولانا عبدالمنان صاحب مدرس عربی 09412512300	کلکتہ، کانکی نارہ۔
جناب مولانا عبدالجلیل صاحب ناظم اوقاف 09412530518	ممبئی شہر، بھٹکل
جناب مولانا صدرالدین صاحب مدرس عربی 09411971934	مئو، اعظم گڈھ، دیوریا، ہاٹا، مدن پور، بگھوج گھاٹ، کسیاں، بنارس
جناب مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب مدرس عربی 09997026356-09410480713	گلبرگہ
جناب قاری جمشید عالم صاحب مدرس حفظ 09027282900	شریف نگر، ٹھاکر دوارہ، جمواینڈ کشمیر۔
جناب مولانا قاری اخلاق حسین صاحب قاسمی استاذ تجوید 09411071602	سیتاپور شہر، خیرآباد، لہرپور، بسواں، سدھولی، محمودآباد، کملاپور، جیوتی شاہ عالمپور، راما بھاری، جہانگیرآباد، فتح پور، بلونت پور، لکھنؤ، فیض آباد، امبیڈکرنگر، بارہ بنکی، گونڈہ، محمدی، رسول پور، گولا، ٹکراٹاؤن، لکھیم پور، کھیری، سعداللہ نگر، گوراچوکی۔
جناب مولانا قاری محمد اقبال صاحب مدرس 09411971676-09768669100	ممبئی۔
جناب قاری خلیل احمد صاحب مدرس 09690521218	شہر مرادآباد
جناب قاری عطاء الرحمٰن صاحب نگراں امور دارالطلبہ لالباغ 09719137376	کالاگڑھ، مانیاوالا، قاسم پور گڑھی، ہتھائیں شیخ، نیندڑو، سلیم پور گڑھی، اکبرپور، نجیب آباد، کوٹ دوار، کرتپور۔
جناب مولانا احسان احمد صاحب محرر تعلیمات 09412530516-08869806360	مرادآباد شہر، آگرہ، فیروزآباد، علی گڈھ، ہلدوانی۔
جناب مولانا محمد ہاشم صاحب محرر تعلیمات 09411946498	غازی آباد شہر، گڑھ مکتیشور، ہاپوڑ، ڈاسنہ، دادری، خورجہ، چھتاری، پہانسو، شکارپور، سکندرآباد، اکبرپورکلاں، بلندشہر، بہرائچ، بھنگا، فخرپور، اکونہ بازار، بلرام پور۔
جناب قاری رئیس احمد صاحب نگراں شاخہائے جامعہ 09457707816	رامپور شہر، بلاسپور، افضل گڑھ، ٹنک پور، کاشی پور۔
جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب محرر کتب خانہ 08923673661	کوری روانہ، خوشحال پور، اغوان پور، عمری کلاں، کانٹھ، ٹانڈہ بادلی۔
جناب مولوی مصلح الدین صاحب محصل کرایہ 09457236903	شہر مرادآباد، سنبھل۔
جناب مولوی شمس الحق پورنوی صاحب 09760843487	میرٹھ، مظفرنگر، سہارنپور، ہری دوار، دہرہ دون۔

جناب مولوی محمد طیب صاحب سفیر 09408058933-09987609098	ممبئی،سورت،احمد آباد۔
جناب قاری حسین احمد صاحب سفیر 08976259291-09027657111	صوبہ مہاراشٹر، ممبئی، کولہاپور، کھاپرکھیڑہ، بھنڈارہ، گڑھ چرولی، چندرپور، بھساول، ناسک منماڈ، دولت آباد، اورنگ آباد، جالنہ، ناگپور، کامٹی۔
جناب مولوی محمد ثاقب صاحب سفیر 09479868173	صوبہ مدھیہ پردیش و گجرات۔
جناب قاری ہارون رشید صاحب سفیر 09461219490-09414593662	صوبہ راجستھان۔
جناب مولوی مجیب الرحمٰن صاحب سفیر 09470063556	صوبہ بہار، اڑیسہ۔
جناب مولوی عتیق الرحمٰن صاحب سفیر 09642996605	صوبہ آندھرا پردیش ۔
جناب مولوی زبیر احمد صاحب سفیر 09953271429	دہلی، پنجاب، ہریانہ۔
جناب مولوی مظہر الحق صاحب سفیر 09558709581	صوبہ گجرات۔
جناب مولوی مشیر عالم صاحب سفیر 08971396380-07878536647	صوبہ کرناٹک۔
جناب مولوی شمس الحق صاحب دمکوی 08294627357-9760571418	تمل ناڈو اور کرناٹک کے اضلاع: بیدر، بیجاپور، گدک، رائے چور، یادگیر۔
جناب مولوی ریاض الدین صاحب سفیر 07808280659-09457578643	جھارکھنڈ، مغربی یوپی۔
جناب حافظ محمد طفیل صاحب فیض آبادی سفیر ندائے شاہی 09411910044-09404135342	مہاراشٹر، جلگاؤں، مالیگاؤں، دھولیہ، پونہ، ستارہ، کراڈ۔
جناب مولوی محمد اجمل صاحب سفیر ندائے شاہی 09456422390	جویا، امروہہ، نوگاواں سادات، حسن پور، ڈھکہ، اوجھاری، بچھرایوں، دھنورہ منڈی، چاندپور، نورپور، صدرالدین نگر، بجنور شہر، فضل پور، جھالو، کھاری، ہلدور، کوتوالی، نگینہ، گوہاور، ملک مقیم پور، سیڈھا، شیرکوٹ، گجرولہ، سہس پور، دھامپور، سیوہارہ
جناب مولوی محمد شہزاد صاحب سفیر ندائے شاہی 09457292665	قنوج، کانپور شہر، جاج مئو، گرسہائے گنج، فرخ آباد، فتح پور۔
جناب مولوی محمد وقاد صاحب سفیر ندائے شاہی 08405020731	کلکتہ، کانکی نارہ، آسنسول، بردوان۔
جناب مولوی محمد مختار پورنوی سفیر ندائے شاہی 09034951385	دڑھیال، سوار، دونکپوری ٹانڈہ، بہیڑی، نواب گنج، بریلی، نرولی چندوسی، ککرالہ، سہسوان، اسلام نگر، بدایوں شہر، رام نگر، کالا ڈھونگی، نینی تال، اِٹاوا، بستی، سنت کبیر نگر، گورکھپور۔
جناب قاری محمد اسجد امام مسجد محکمہ نہٹور 07500564570	قصبہ نہٹور (حسبۃً للہ)